مُحدّثِ خیرِ اُمم

(فضائلِ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

فرید بُک سٹال
۳۸۔ اُردو بازار لاہور

مُحدّثِ خیرُ اُمم

(فضائلِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور







مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : ذوالقعدۃ 1435ھ / ستمبر 2014ء
قیمت : /- روپے

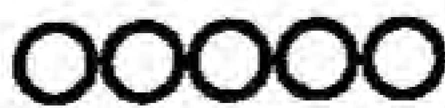
Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرست

عنوانات | صفحہ

عنوانات	صفحہ



مقدمہ

حضور نبی مکرم، رسولِ محتشم ﷺ نے اپنی اُمت میں تا قیامت رونما ہونے والے فتنوں کی مکمل نشاندہی اپنے غلاموں سے فرما دی، جن فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ جس نے اُمت کی وحدت کو منتشر کیا اور اُمت کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا کہ اس قدر نقصان کفار و مشرکین کی طرف سے بھی نہ پہنچا، وہ فتنہ حضور نبی مکرم ﷺ کے جانثار، مخلص اور وفا کیش صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پہ سب و شتم، طعن و تنقید اور اتہام و الزام کا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگی اپنے صحابہ کی عزت و ناموس کا دفاع کرتے ہوئے اسلام میں اُن کے عظیم حق کو مختلف مواقع اور مجالس میں بیان فرمایا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، قال: قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تسبوا اصحابی، فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے تو پھر بھی وہ میرے صحابی کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، رقم الحدیث: ۳۴۷۰) (سنن الترمذی، کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۸۶۱) (سنن ابوداؤد، کتاب: السنۃ، باب: فی النھی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم رقم:۳۶۵۸)

(۲) عن عبد اللّٰہ بن مغفل، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضا من بعدی، فمن احبھم فبحبی احبھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰہ، ومن آذی اللّٰہ فیوشك ان یاخذہ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اللہ عزوجل سے ڈرنا اور میرے بعد انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا' اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے (گویا کہ) اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی' عنقریب اللہ ذوالجلال والاکرام اس کو پکڑ لے گا۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' باب: فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۳۸۶۲) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۸۷' مسند الفردوس:۵۲۵)

(۳) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو' جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو تم (انہیں) کہو: تمہارے شر کی وجہ

لعنة اللّٰه علٰی شر کم ۔ سے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب: ماجاء فی فضل من رأی النبی ﷺ رقم الحدیث:۳۸۶۶)(المعجم الاوسط:۸۳۶۶' مسند الفردوس:۱۰۲۲)

(٤) عن عويمر بن ساعدة رضي اللّٰه عنه' ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ان اللّٰه اختارني واختار لي اصحابا فجعل لي منهم وزراء واصهارا وانصارا فمن سبهم فعليه لعنة اللّٰه والملائكة والناس اجمعين' لا يقبل اللّٰه منهم يوم القيامة صرفا ولا عدلا ۔

حضرت عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو اختیار کیا' پس اس نے میرے لیے ان میں سے وزراء بنائے اور قریبی رشتہ دار اور انصار بنائے' پس جس نے ان کو گالی دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرائض قبول کرے گا اور نہ نفل۔

(المستدرک:۶۶۵۶' المعجم الاوسط:۴۵۶' الآحاد والمثانی:۱۷۷۲)

اُمت کا وہ بدنہاد بدنصیب اور شقی گروہ' جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دین متین کے لیے خدمات' اقامت دین اور اشاعت وفروغِ دین کے لیے قربانیاں اوران کی عظمت وفضائل' محاسن ومحامد پر مشتمل قرآنی آیات نظر انداز کر کے محض چند وضع کردہ' خودساختہ اور من گھڑت روایات کے بل بوتے پر ان نفوسِ قدسیہ کی آبروریزی کی' ان پر لعنت کو کارِ ثواب سمجھا' ان کی تضحیک وتوہین کو جزو ایمان قرار دیا۔ اس کا نام ''روافض'' اور ''اہل تشیع'' ہے۔ ان حرماں نصیبوں کو ویسے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قلبی بغض اور دلی نفرت ہے' لیکن ان کے خطبات' مجالس اوران کی کتب

شاہد ہیں کہ انہیں جتنا بغض، جتنی نفرت وعداوت اور جتنی دشمنی، امیر المؤمنین، خلیفہ ثانی، خسر رسول اللہ ﷺ داماد علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے، اتنی روئے زمین کے کسی فرد حتیٰ کہ ہنود ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے بھی نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی اور محاسن، کمالات وفضائل سن کر ان کے ماتھوں پر تیوری آ جاتی ہے، ان کے سینے پھٹنے کو ہوتے ہیں، طبیعت میں انقباض آ جاتا ہے۔ ان کے دل نفرت کی آگ میں جل اُٹھتے ہیں اور انہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذاتِ مقدس ومطہر پر تبرا اور لعن وطعن کے بغیر قلبی سکون اور دلی طمانیت نہیں ملتی۔

اور راقم الحروف کا یہ کوئی تعصب یا بہتان نہیں بلکہ واللہ العظیم یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔

قارئین کرام! محل تدبر ہے کہ روافض کو بالخصوص حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس قدر نفرت اور اس قدر بغض کیوں ہے؟ آخر اس کے کچھ اسباب اور اس کا کچھ پس منظر ہے اور اگر وہ اسباب اور اس دلی نفرت کا پس منظر قارئین کے سامنے آ گیا تو اُمید ہے کہ قارئین کو اس نفرت کی حقیقت کے ادراک میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

یہ اک تاریخی حقیقت ہے کہ یہودیوں کو جس قدر نقصان سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں پہنچا، اتنا نقصان کسی اور خلیفہ یا اسلامی حکمران کے دور میں نہیں پہنچا۔ سب سے بڑا نقصان تو یہود کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ پہنچا کہ آپ نے یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا، جس جزیرۂ عرب میں یہود صدیوں سے آباد تھے جہاں ان کی زمینیں، جائیدادیں، مکانات، کاروبار اور سب کچھ تھا۔ ظاہر ہے کہ اپنی زندگی بھر کی کمائی، مکانات اور املاک چھوڑتے ہوئے کس کو دُکھ اور صدمہ نہیں پہنچتا۔ یہ نامندمل ہونے والا کاری زخم انہیں سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پہنچا۔ اس کی

تفصیل صحیح بخاری میں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اہل خیبر نے ان کے ہاتھ اور پاؤں توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی زمینوں کا معاملہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: جب تک اللہ عزوجل تمہیں برقرار رکھے گا ہم بھی برقرار رکھیں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خیبر میں اپنے اموال کے سلسلہ میں گئے تھے' تو رات میں ان کو زدوکوب کیا گیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے گئے اور خیبر میں یہود کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے' وہی ہمارے دشمن ہیں اور ہم ان پر ہی الزام لگاتے ہیں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے' جب حضرت عمر نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنی ابوالحقیق سے ایک یہودی آیا' پس اس نے کہا: اے امیرالمؤمنین! کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ (سیّدنا) محمد (ﷺ) نے ہمیں یہاں برقرار رکھا تھا؟ اور ہم کو زمینوں پر عامل بنایا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ (آپ نے فرمایا تھا:)

كيف بك اذا اخرجت من خيبر تعدوبك قلوصك ليلة بعد ليلة ۔	اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہیں خیبر سے نکال دیا جائے گا' تمہارے اونٹ تمہیں راتوں کو لے کر دوڑتے پھریں گے۔

اس یہودی نے کہا: یہ تو ابوالقاسم (ﷺ) نے مذاق سے کہا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ بولا۔ پھر حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ (صحیح بخاری' کتاب: الشروط' باب: اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت

اخرجتک' رقم الحدیث:۲۷۳۰' دارالکتاب العربی' بیروت) (سنن ابوداوُد' کتاب: الخراج' باب: ما جاء فی حکم ارض خیبر' رقم الحدیث:۳۰۰۷' دارالسلام' ریاض) (مسند البزار:۱۵۴' مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۵۳)

قومِ یہود کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بہت بڑا دھچکا یہ لگا کہ آپ کے زمانۂ خلافت میں یہودیوں کا معبد' مرکز اور قبلہ' بیت المقدس فتح ہوا۔ اس فتح بیت المقدس کی بشارت مخبر صادق ﷺ نے پیشگی اپنے غلاموں کو دے دی۔ چنانچہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عوف بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اعدد ستا بين يدى الساعة: موتى' ثم فتح بيت المقدس الخ ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت سے پہلے چھ (علامات) شمار کرنا: (۱) میرا وصال (۲) پھر بیت المقدس کا فتح ہونا' الخ۔

(صحیح البخاری' کتاب: الجزیۃ والموادعۃ' باب: ما یحذر من الغدر' رقم الحدیث:۳۱۷۶)

یہود کو بیت المقدس پر مسلمانوں کے تسلط اور تغلب کا کتنا گہرا صدمہ اور کس قدر گہری تکلیف پہنچی ہوگی اور اس مرکز وقبلہ کے چھن جانے پر ان کے دلوں میں کس قدر جذبۂ انتقام بھڑکا ہوگا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کریں کہ خدانخواستہ اگر مسلمانوں کے مرکز وقبلہ' بیت الحرام پر یہودیوں کا تسلط ہو جائے تو مسلمانوں کو کس قدر تکلیف پہنچے گی اور کس قدر اشتعال انگیزی ہوگی اور کتنا جذبۂ انتقام دلوں میں بھڑکے گا۔ سو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر یہود کے غم وغصہ کا آپ صرف اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

پھر غم بالائے غم یہ کہ یہود' مسلمانوں کے بدترین دشمن اور مبغض ہیں' ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے کس قدر نفرت' بغض اور عداوت موجود ہے' اس کی گواہی قرآن

مجید سے سنئے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ ۔ (المائدہ:۸۲)

تو ایمان والوں کے ساتھ تمام لوگوں میں سب سے سخت عداوت رکھنے والا ضرور بالضرور یہودیوں کو پائے گا۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ ۔ (آل عمران:۱۱۸)

تحقیق بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گیا اور جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ بغض بہت بڑا ہے۔

وہ یہودی جو کسی بھی صورت میں دین اسلام کی ترویج' اشاعت اور مسلمانوں کی ترقی نہیں دیکھ سکتے' وہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اپنی آنکھوں کے ساتھ' اپنے ہی علاقوں کی فتوحات' مسلمانوں کا تمکن اور غلبہ' دین اسلام کی ترویج و اشاعت' اسلامی اقدار و قوانین' احکام و اخلاق کا منظم طریق سے نفوذ اور ایوان ہائے کفر و باطل پہ توحید و نبوت مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے سربلند ہوتے دیکھ رہے تھے۔ یہ وہ دور تھا جس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اللہ نے وعدہ فرمایا ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ اللہ ان کو ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور بالضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا اور ضرور بالضرور ان کے اگلے

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا ط ۔ (النور:۵۵) خوف کو امن سے بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

یہ وہ صدمات اور اسباب وعلل تھیں جنہوں نے قومِ یہود کو سنجیدگی کے ساتھ مسلمانوں سے انتقام اور دین اسلام کی ترویج کے سدِ باب کے لیے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اس قدر قوت' شوکت اور تمکنت کی وجہ سے یہود جیسی بزدل' کمزور اور بھگوڑی قوم میں یہ مجال تو نہ تھی کہ وہ آمنے سامنے ہو کر مسلمانوں سے میدانِ جنگ میں قتال کرتے اور وہ کرتے بھی کس طرح' وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے تخت قیصر وکسریٰ پامال ہو رہے ہیں اور روم و فارس جیسی سپر پاور مسلمانوں کے زیرِنگیں ہو رہی ہیں' سو ایسی صورتِ حال میں قومِ یہود جن کے بزدل ہونے کی گواہی قرآن میں موجود ہے: ''فاذهب انت وربك فقاتلا انا هٰهنا قاعدون '' ان میں یہ دم خم کہاں کہ وہ رعبِ فاروقی کا سامنا کر سکیں۔

بڑے گہرے تدبر' سنجیدہ تفکر اور باہمی مشاورت کے بعد قومِ یہود کو صرف اک راستہ نظر آیا جس کے ساتھ وہ مسلمانوں کو کمزور اور دینِ اسلام کی جڑوں کو غیر مستحکم کر سکتے ہیں اور وہ راستہ یہ کہ جب تک مسلمان متحد اور مجتمع ہیں' اس وقت تک دُنیا کی کوئی طاقت ان کو نیچا نہیں دکھا سکتی' مسلمانوں کو مغلوب' زیرنگین اور محکوم قوم بنانے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ اور ان کو منتشر و مفترق کرنے کی ہے۔ اس طرح کہ وہ باہمی افتراق اور جنگ وجدال میں رہیں اور وہ مختلف فرقوں میں بٹ جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس اہم' مشکل اور پیچیدہ کام کے لیے بڑا چالاک اور زیرک آدمی درکار تھا۔ سو یہود کی نگاہِ انتخاب عبداللہ بن سباء پر پڑی' جو انتہائی مکار' دغا باز

اور دجال و کذاب انسان تھا۔ اس نے یہودیت سے بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اور نفاق کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے درمیان حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس عقیدہ کا پرچار کیا کہ خلافت دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ وہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی' داماد اور وصی و وارث ہیں' لہٰذا عثمان پھر عمر اور پھر ابوبکر' یہ سب غاصب و ظالم ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب اس آدمی کی خبر پہنچی تو آپ چونکہ طبعاً و مزاجاً نرم دل تھے' آپ نے بجائے اس کو قتل کرنے کے جلاوطن فرما دیا۔ کاش کہ اگر اس وقت اس خبیث کو قتل کروا دیا جاتا تو اُمت اک بہت بڑے فتنہ سے محفوظ رہتی' لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اس کو مصر کی طرف جلاوطن کیا گیا اور اس نے وہاں میدان خالی پایا اور اس عقیدہ کی وہاں زور و شور سے ترویج و اشاعت کی اور ایک گروہ کو اپنا ہمنوا بنا لیا' جو بعد میں شیعانِ علی کے نام سے موسوم ہوا۔ مذہب شیعہ کا بانی عبداللہ بن سباء کا ہونا' ایک ایسی حقیقت ہے کہ اہل تشیع کو بھی اس حقیقت سے مفر اور انکار نہیں۔ چنانچہ اہل تشیع کی دو عدد معتمد و مستند کتابوں کا حوالہ من و عن عبارت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا محمد تقی مؤرخ شہیر کی مشہور کتاب ''ناسخ التواریخ'' میں ہے:

عبد اللّٰه بن سبا مردے جهود بود در عهد عثمان بن عفان مسلمانی گرفت او از کتب پیشین و مصاحف سابقین نیك دانا بود چوں مسلمان شد' خلافت عثمان در نظر او پسنده نیفتاد پس

عبداللہ بن سباء یہودی آدمی تھا' جس نے حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام ظاہر کیا تھا اور پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا' جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی۔ لہٰذا اس نے مجالس و محافل میں بیٹھ کر حضرت امیر عثمان کے متعلق بدگوئیاں

در مجالس ومحافل اصحاب نبشتے وقبائح اعمال ومثالب عثمان را ھرچه توانستے باز گفتے۔ ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں جھودی کیست وفرمان کرد تا اورا از مدینه اخراج نمودند عبد الله بمصر آمد وچوں مرد عالم ودانا بود مردم بروے گرد آمدند وکلمات اورا باور داشتند۔

گفت ھاں اے مردم مگر نشنیده ایدکه نصاری گویند که عیسی علیه السلام بدیں جھاں رجعت کند و باره آید۔ چوں عیسی رجعت تواند کرد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) که بے گمان فاضلتر ازوست چگونه رجعت نکند۔

وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید ان الذی فرض

اور شکوہ وشکایت شروع کر دی اور بُرے اعمال واخلاق جو کچھ بھی اس کے بس میں تھا' حضرت عثمان کی طرف منسوب کرنے لگا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ یہودی ہے کون؟ اور آپ نے حکم دیا کہ اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن سباء مصر میں پہنچ گیا اور چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا' لہٰذا لوگوں کا اس پر ہجوم ہونے لگا اور لوگوں نے اس کی تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا۔ تو ایک دن اس نے کہا: ہاں! اے لوگو! تم نے شاید سن رکھا ہوگا کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جہان میں دوبارہ آئیں گے' تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آ سکتے ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں وہ کس طرح دوبارہ تشریف نہ لائیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے' وہ یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن کی طرف لوٹائے گی۔ جب اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں راسخ اور پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ

علیك القرآن لرادك الی معاد. چوں ایں سخن را در خاطر ها جائے گیر ساخت گفت. خداوند صد وبست وچهار هزار پیغمبر بدیں زمین فرستاد و هر پیغمبرے را و زیرے وخلیفتے بود چگونه میشود پیغمبرے از جهاد برود خاصه که صاحب شریعت باشد ونائبے وخلیفتے بخلق نگمارد وکارِ امت را مهمل بگزارد. همانا محمد را علی علیه السلام وصی وخلیفه بود چنانکه خود فرمود! انت منی بمنزلة هارون من موسی ازیں میشواں دانست که علی خلیفه محمد است وعثمان ایں منصب را غصب کرده وباخود بسته عمر نیز ایں کار بناحق بشوری افگند

نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس دنیا میں بھیجے ہیں اور ہر نبی کا ایک وزیر اور خلیفہ تھا' تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف لے جائیں' علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت ہوں اور وہ اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرمائیں اور اُمت کا معاملہ یونہی چھوڑ دیں۔ لہٰذا یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ کے وصی اور خلیفہ علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا ہے: ''انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ '' یعنی تُو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی' حضور اکرم علیہ السلام کے خلیفہ ہیں اور عثمان ین اس منصب کو غصب کیا ہے اور عمر بن خطاب نے بھی ناحق منصب خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا۔

وعبد الرحمٰن بن عوف
بھوائے نفس دست بر دست
عثمان زد و دست علی راکه
گرفته بود که با و بیعت کند
رهاداد۔

(ناسخ التواریخ، جلد دوم صفحہ ۵۲۴، سطر نمبر ۶، مطبوعہ ایران)

شیعہ کی دوسری معتمد، معتبر اور متداول کتاب ''رجال کشی'' کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

(قال الکشی) ذکر بعض اهل العلم ان عبد الله بن سبا کان یهودیا فاسلم ووالی علیاً علیه السلام وکان یقول وهو علی یهودیته فی یوشع بن نون وصی موسٰی بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم فی علی مثل ذلك وکان اوّل من اشهر القول بفرض امامة علی واظهر البرأة من اعدائه وکاشف مخالفیه وکفرهم فمن ههنا قال من خالف الشیعة ان

علامہ کشی نے کہا کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق عبداللہ بن سباء یہودی تھا، بعد ازاں مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تولّی اور آپ کی محبت کا دم بھرنے لگا اور وہ جب یہودی تھا تو یوشع بن نون علیہ السلام کے متعلق غلو کرتے ہوئے وصی موسیٰ کہا کرتا تھا اور اسلام کا اظہار کرنے کے بعد کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی اور خلیفہ بلافصل ہیں اور وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے امامت علی کی فرضیت کا قول اور عقیدہ ونظریہ مشہور کیا اور ان کے اعداء اور مخالفین سے برأت کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین پر زبان طعن دراز کی اور ان کی تکفیر کی،

اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیه.

لہٰذا اسی وجہ سے شیعہ کے مخالفین نے کہا کہ تشیع اور رافضیت کی جڑ اور اصل و اساس یہودیت ہے۔

(رجال الکشی، صفحہ ۱۰۱، مطبوعہ تہران)

ان دونوں عبارتوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) رجعی مذہب سب سے پہلے جس نے دنیا میں ایجاد کیا، وہ عبداللہ بن سباء یہودی ہے اور شیعہ مذہب کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں مقصد نہم اسی عقیدۂ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور وشور کے ساتھ لکھا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

بداں کہ از جملہ اجماعیات شیعہ بلکہ ضروریات مذہبِ حق فرقه محقه حقیت رجعت است۔

یہ جاننا چاہیے کہ منجملہ ان اعتقادیات کے کہ جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے، بلکہ ان کے مذہب کی ضروریات میں سے ہے، وہ عقیدۂ رجعت کی حقانیت کا اعتراف واقرار ہے۔

(حق الیقین، صفحہ ۱۵۰، مطبوعہ ایران)

یہی قول "من لا یحضرہ الفقیہ" میں موجود ہے: "هرکه ایمان برجعت ندارد از مانیست"۔

(۲) خلفاءِ راشدین کو غاصب کہنا اور ان کی خلافت کو ناحق قرار دینے کی ابتداء اسی عبداللہ بن سباء یہودی سے ہوئی۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کا سب سے پہلا علمبردار بھی یہی عبداللہ بن سباء ہے۔

یہاں تک قارئین پر یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ ان شیعوں کو جمیع صحابہ بالخصوص سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بغض، نفرت اور اس قدر عداوت کیوں

ہے؟ اور یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو گئی کہ شیعہ دراصل اور درحقیقت یہودیت کی پیداوار ہیں، جو حُبِ اہل بیت کے پردہ میں مسلمانوں سے اس نقصان کا بدلہ اور انتقام لینا چاہتے ہیں جو انہیں حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پہنچا، مگر جس کو رب ذوالجلال والاکرام عزتیں، رفعتیں اور عظمتیں عطاء فرمائے، اسے کون نیچا کرسکتا ہے۔ اہل تشیع کے اس قدر بغض کے باوجود ان کی عظمتیں آج بھی تابندہ و درخشاں ہیں۔ آج بھی انہیں ریاض الجنہ میں مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور پڑوس میسر ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو فلک ولایت اور فلک عدالت کا ایسا پائندہ آفتاب بنا دیا ہے کہ جس کی طرف تھوکنے والا خود ہی ناکام و نامراد اور خاسرو خائب بنتا ہے اور اس درخشندہ آفتاب کی تابانیوں میں سرموفرق نہیں آتا۔

ربِ ذوالجلال حق کو سمجھنے کی بصیرت عطا فرمائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

محمد عاطف رمضان سیالوی

غفر اللہ المولی الغفور القدیر لہٗ

0301-7698701



الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصًا علی افضل رسلہ و سیّد الانبیاء ماح الذنوب والخطاء' منبع الجود والعطا و علٰی الہ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الکاملین الاکملین والتابعین لھم باحسان الٰی یوم الدین ۔ اما بعد!

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رُشد و ہدایت کے مرکز' اخلاص' ایثار اور تقویٰ و طہارت کے منابع اور علم' معرفت اور حکمت کے وہ مینارۂ نور ہیں جس کی ضیاء و تنویر سے اُمت تا قیامت مستنیر و مستفید ہوتی رہے گی۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر صحابی پیکر صدق و اخلاص اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظورِ نظر ہے' لیکن اس وقت جس عظیم المرتبت' رفیع القدر صحابی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے' یہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے اسلام سے مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ہراس دور ہوا' جن کی برکت سے مسلمانوں کو بے خوف وخطر کھلے بندوں عبادت اور تبلیغ کا موقع ملا۔ وہ شخصیت جن کو زبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوّید فراست اور محدث خیر اُمم کا لقب ملا۔ وہ شخصیت جن کی تائید و تصدیق میں درجنوں قرآنی آیات نازل ہوئیں اور جنہیں موافقت وحی کا رتبہ ملا' وہ شخصیت جن کے دل اور جن کی زبان سے حق کے چشمے جاری ہوئے' وہ عالی مرتبت ذات جن کو بارہا مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے جنت کی بشارت ملی' وہ عبقری اور غیر معمولی صلاحیت اور استعداد کے حامل جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت و تدبیر سے روم و فارس کو فتح کیا اور لاکھوں مربع میل دور تک دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی اور اسلام کے پرچم کو بلند کیا۔ وہ جن کے دورِ خلافت میں دین کو استحکام اور مسلمانوں کو تمکنت ملی اور پوری دنیائے اسلام میں عدل و انصاف کا عملاً نفاذ

ہوا اور وہ بیدار بخت ذات جن کو صبح قیامت تک مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کا پڑوس ریاض الجنۃ میں نصیب ہوا۔ اس عالی مرتبت اور رفیع القدر شخصیت کا نام امیر المؤمنین، خلیفہ ثانی، اشداء علی الکفار کے مظہر کامل، خسرِ رسول، دامادِ علی حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب القرشی العدوی۔

(الاستیعاب، علامہ ابن عبد البر، صفحہ ۵۵۱، دارالمعرفہ) (اسد الغابہ، علامہ ابن الاثیر الجزری، صفحہ ۴۴۳، دارالکتاب العربی، بیروت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

اعلانِ نبوت کے بعد حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتداءً خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ کا آغاز فرمایا اور اس دعوت پر زیادہ تر غریب افراد نے لبیک کہی، وہ غریب افراد جن کو عرب معاشرے میں کسی وقعت اور قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا تھا۔ اور تمام رؤسائے قریش اور مکہ کے امراء نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو نہ صرف یہ کہ مسترد کیا بلکہ اس حق کی آواز کو دبانے اور دین اسلام کی بیخ کنی کرنے کے لیے ظلم و ستم کے تمام حربے استعمال کیے۔ غریبوں اور غلاموں کو جور وستم کا تختہ مشق بنایا، اور ایک ایسی داستانِ ظلم رقم کی کہ جس کے تصور سے ہی انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں مسلمانوں کا کھلم کھلا عبادت کرنا اور اپنے مذہبی مراسم کی ادائیگی کرنا قطعاً حکمت اور دانش مندی کے خلاف تھا۔ کیونکہ ایک تو زیادہ تر مسلمان غریب اور کمزور تھے دوسرا ان کی تعداد بہت کم تھی۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلبی خواہش تھی کہ مسلمان اعلانیہ بغیر خوف و خطر کے عبادت کریں اور اس دین کی دعوت کو کھلم کھلا

پہنچائیں۔ اور ظاہر ہے اس کے لیے ایک ایسی شخصیت درکار تھی جو بارعب اور اس معاشرے میں بااثر ہو۔ جس کے سامنے کسی کو مجال دم زدن نہ ہو اور جس کی سرپرستی میں مسلمان اعلانیہ اپنے رب کی عبادت کرتے اور کھلم کھلا دین کا پیغام آفاق تک پہنچاتے۔ تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتداءً نگاہِ انتخاب نہ صرف مکہ کی بلکہ پورے عرب کی دو بااثر اور رعب دار شخصیات پر پڑی اور ان کا نام لے کر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل مجدہٗ سے دعا مانگی۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما' ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم' قال: اللّٰھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام' او بعمر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے دعا مانگی: اے اللہ! اسلام کو تقویت اور عزت دے ابوجہل بن ہشام کے ذریعے یا عمر کے ذریعے!

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث: ۳۶۸۳' دارالمعرفۃ بیروت)(المستدرک: ۴۵۴۰-۴۵۴۲)

دوسری حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: اللّٰھم' اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیك بابی جھل او بعمر بن الخطاب قال: و کان احبھما الیہ عمر۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کی: اے اللہ! اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما ان دو مردوں میں سے جو موزوں ہے اس کے ذریعے: ابوجہل یا عمر بن خطاب۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں مردوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ (دینِ اسلام کے غلبہ کے لیے) موزوں اور مناسب تھے۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب عمر' رقم الحدیث:۳۶۸۱' دارالمعرفہ' بیروت)

(مسند احمد:۵۶۹۶' صحیح ابن حبان:۶۸۸۱' المستدرک:۶۱۲۹' مسند البزار:۲۱۱۹' مسند عبد بن حمید:۷۵۹)

اور پھر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مستجاب' مقدس اور مبارک دعا سے ابوجہل کو خارج کر دیا اور خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دعا مانگی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها' قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصة ۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کی: اے اللہ! اسلام کو خاص عمر بن الخطاب کے ذریعے تقویت' غلبہ اور عزت عطا فرما!

(سنن ابن ماجہ' المقدمۃ' باب: فضل عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:۱۰۵' دارالسلام' ریاض)

(المستدرک جلد۴ صفحہ۳۴' رقم الحدیث:۴۵۴۱' دارالمعرفہ) (صحیح ابن حبان:۶۸۸۲' تاریخ بغداد جلد۴ صفحہ۵۴)

لب ہائے مصطفےٰ ﷺ جنبش میں کیا آئے' یہ دعا تیر قضا اور کُن کی کنجی بن گئی۔ اور ہر دعا کی طرح یہ دعا بھی اللہ رب العزت کی بارگاہِ ناز میں استجابت اور قبولیت کے درجہ پر فائز ہوئی اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسلام لانے کے بعد پوری زندگی اس دعا کی عملی تصویر رہی۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (ﷺ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے اسباب' اس کی وجوہات اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ یہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنیں!

امام ابن اثیر جزری' اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت اسامہ بن زید...........اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب نے ہم سے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کس طرح اسلام لایا تھا؟ ہم نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف تھا' ایک دن دوپہر کے وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی' مجھے مکہ کے ایک راستہ میں قریش کا ایک شخص ملا' اس نے کہا: اے ابن خطاب! کہاں جا رہے ہو؟ تم کس خیال میں ہو؟ یہ دین تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: تمہاری بہن دین بدل چکی ہے' حضرت عمر نے کہا: میں غضب ناک ہو کر گھر لوٹا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تو ان کو یکجا کر دیتے تا کہ ان کو قوت حاصل ہو' وہ ایک ساتھ رہتے' کھاتے' پیتے اور نمازیں پڑھتے' میرے بہنوئی کے ساتھ دو مردوں کو لاحق کر دیا گیا تھا' میں نے گھر جا کر دروازہ پر دستک دی' انہوں نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے کہا: ابن الخطاب' اس وقت وہ لوگ بیٹھے ہوئے ایک صحیفہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے' جب انہوں نے میری آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے اور اس صحیفہ کو چھپانا بھول گئے۔ میری بہن نے دروازہ کھولا' میں نے اس سے کہا: اے اپنی جان کی دشمن! تُو دین بدل چکی ہے۔ پھر میں نے اس کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کا خون بہنے لگا' جب میری بہن نے خون دیکھا تو وہ رونے لگی' پھر میری بہن نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تم جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو' میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ میں غصہ میں بھرا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا اور چارپائی پر بیٹھ گیا' اچانک میری نظر پڑی' گھر کے ایک کونے میں ایک کتاب رکھی ہوئی تھی' میں نے کہا: یہ کیسی کتاب ہے؟ مجھے دو! میری بہن نے کہا: نہیں! تم اس کتاب کو اُٹھانے کے اہل نہیں ہو' تم غسل جنابت نہیں کرتے' تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں اس سے کتاب کے لیے مسلسل اصرار

کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا' میں نے دیکھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی' جب میں نے رحمٰن اور رحیم کو پڑھا تو مجھ پر دہشت طاری ہوگئی اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا' میں نے پھر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: ''سبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم ''میں جب بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم پڑھتا تو مجھ پر دہشت چھا جاتی اور میں اس پر غور وفکر کرتا' یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ؕ ۔ (الحدید:۷)	اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلے لوگوں کا قائم مقام کر دیا ہے۔

حتیٰ کہ جب میں ''ان کنتم مؤمنین ''پر پہنچا تو میں نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ''پھر لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے نکل آئے اور انہوں نے مجھ سے جو کلمۂ شہادت سنا تھا اس پر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی' اور اللہ عزوجل کی حمد کی اور مجھ سے کہا: اے ابن الخطاب! مبارک ہو! رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی: دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرما! عمرو بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے۔ اور ہم کو اُمید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہوگئی۔ جب ان کو میرے اسلام لانے کا یقین ہوگیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں! وہ صفا کے نیچے ایک مکان میں ہیں' میں نے دروازہ کھٹکھٹایا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو! اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا۔ پھر دروازہ کھولا اور دو شخص مجھے بازو سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے' آپ نے فرمایا: اے

چھوڑ دو! میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا' آپ نے فرمایا: اسلام قبول کرلو! میں نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانك لرسول اللّٰہ''۔ یہ سن کر تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ لگایا کہ مکہ کے درودیوار گونج اُٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔ (اسد الغابۃ جلد۳ صفحہ ۴۳۶۔۴۳۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۱۷۷)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوش نہیں ہوئے بلکہ قدسیانِ فلک بھی خوش ہوئے۔ روایت ملاحظہ فرمائیں! امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: لما اسلم عمر نزل جبریل (علیہ السلام) فقال: یا محمد! لقد استبشر اهل السماء باسلام عمر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یا محمد مصطفیٰ! بے شک اہل سماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوشیاں منائی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ' المقدمۃ' باب: فضل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث: ۱۰۳' دارالسلام' ریاض) (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۸۳' المستدرک رقم الحدیث: ۴۴۹۱' المعجم الکبیر: ۱۱۱۰۹' موارد الظمان: ۲۱۸۲)

حضرت فاروق اعظم کے اسلام لانے پر مشرکین کے تاثرات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بااثر شخصیت کے اسلام لانے پر مسلمانوں میں خوشی' مسرت اور فرحت کی لہر کا دوڑ جانا ایک فطری عمل تھا لیکن اس کے برعکس مشرکین مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور انہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ

تاثرات دینے پڑے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: لما اسلم عمر رضی اللّٰہ عنه قال المشرکون! الیوم قد انتصف القوم منا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی (یعنی آدھی رہ گئی)۔

(المستدرک: ۴۴۹۴، المعجم الکبیر: ۱۱۶۵۹، فضائل الصحابۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۶۲)

روایات میں ہے کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی:

يٰـاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○

اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مؤمنین○

(الانفال: ۶۴)

اس آیت کریمہ کا یہ شانِ نزول درج ذیل کتب میں ہے:

المعجم الکبیر جلد ۱۲ صفحہ ۴۷، رقم الحدیث: ۱۲۴۷۰ ۔ مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۲۸ ۔ اسد الغابۃ جلد ۳ صفحہ ۴۳۵ ۔ تفسیر بغوی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۔ تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۴۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ ۔ تفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی جلد ۵ صفحہ ۱۶۰، دار الفکر، بیروت ۔ تفسیر مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۱۵، کوئٹہ ۔ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۷۰، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ۔ تفسیر درمنثور ۔ تفسیر صاوی، جزو ثالث صفحہ ۷۷۷، دار الفکر، بیروت ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پہلی برکت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو آپ کی پہلی برکت' کرامت اور دعائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استجابت کا ظہور اوّلین اس طرح ہوا کہ مسلمان ابھی قلت تعداد کی وجہ سے برسرعام خانۂ کعبہ میں نماز نہیں پڑھتے تھے' لیکن جب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ کی غیرت وحمیت نے یہ بات برداشت نہ کی کہ مسلمان حق پر ہونے کے باوجود دب کر اور ڈر کر عبادت کریں۔ سو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترغیب' تحریص اور ایماء پر آج مسلمانوں میں یہ جرأت ہوئی کہ وہ کھلے بندوں خانہ کعبہ میں اپنے مالک حقیقی جل مجدہٗ کے حضور سربسجود ہوں۔ مسلمانوں کی یہ قلیل سی جماعت اس شان اور کروفر کے ساتھ برآمد ہوئی کہ ایک صف کے آگے حضرت حمزہ اسد اللہ ورسولہٗ تھے اور دوسری صف کے آگے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار نے جب ان دونوں ذی وجاہت' بے باک اور نڈر قائدین کو دیکھا تو لرزہ براندام ہو گئے۔ طاغوت کے فلک بوست محلات زمین بوس ہو گئے۔ کفر وباطل کی کمر ٹوٹ گئی' مشرکین کو ہر طرف سے تاریکی' وحشت' ظلمت اور مایوسی نظر آنے لگی اور وہ اس حقیقت تک بلاتامل پہنچ گئے کہ جب عمر جیسا مدبر' صائب الرائے اور عبقری مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تو وہ دن دور نہیں جب روئے زمین کے کفر کے ایوانوں پر اسلام کی عظمت وسربلندی کا پرچم بلند ہو گا۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس پہلی برکت کا ان جامع الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ' قال: ان کان اسلام عمر رضی اللّٰہ عنہ' لفتحا' وامارتہ لرحمۃ' واللّٰہ'	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ایک فتح تھی اور ان کی خلافت ایک رحمت' اللہ ذوالمجد والعلیٰ کی

ما استطعنا ان نصلی بالبیت حتی اسلم عمر' فلما اسلم قاتلهم حتی دعونا فصلینا ۔
(المعجم الکبیر للطبرانی جلد۹ صفحہ۱۶۵' رقم الحدیث:۸۸۲۰' مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۶۲)

قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے' یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے' پس جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے مشرکین مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ ہم نے (برملا) اسلام کی دعوت دی اور خانہ کعبہ میں نماز بھی پڑھی۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کے واقعہ سے چند نکات کا استنباط

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ سے چند نکات مستنبط ہوتے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطورِ خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غلبۂ دینِ حق' استیصالِ کفر و باطل اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اللہ رب العزت سے مانگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید تھے۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف مرید ہی نہیں تھے بلکہ مراد بھی تھے۔

(۲) حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص طور پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دین کی تقویت اور استحکام کے لیے مانگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کے ذریعے سے دین کا استحکام اور دعائے مصطفیٰ ﷺ کی اجابت وقبولیت لازم و ملزوم ہے۔ اب جو بدبخت اور شقی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے دین کے فروغ اور استحکام کا انکار کرتا ہے' وہ دراصل آپ کی خدمات کا انکار نہیں کر رہا' بلکہ حضور نبی مکرم ﷺ کی مقدس' متبرک اور مطہر دعا کی استجابت اور قبولیت کا انکار کر رہا ہے' جس کا انکار قرآن مجید' فرقانِ حمید کی اس آیت کے انکار

کو مستلزم ہے:

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" ۔(النور: ٦٣)

نوٹ: حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا "اللّٰھم اعز الاسلام بعمر الخ" نیز حضرت فاروق اعظم کے اسلام کا واقعہ اور صحابہ کا خوشی کا اظہار کرنا' یہ سب اہل تشیع کی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے: تاریخ روضۃ الصفا جلد۲ صفحہ ۲۸۴' حملہ حیدری صفحہ ۱۳' مطبوعہ تہران۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مسلمانوں کا اس قدر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا اور بلند آواز سے نعرہ لگانا' اس بات پر دلیل ہے کہ آج عرب معاشرے کی کوئی عام اور معمولی شخصیت نے اسلام قبول نہیں کیا' بلکہ اس معاشرے کے بااثر' بارعب اور صاحبِ تمکنت نے اسلام قبول کیا ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا خوش ہونا ایک فطری امر تھا۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کے اسلام پر نہ صرف فرش بریں پر مسلمان خوش ہوئے بلکہ قدسیانِ فلک بھی خوش ہوئے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر جتنے بھی لوگ مسلمان ہوئے اور شرفِ صحابیت پایا' کسی بھی صحابی کے متعلق یہ منقول نہیں ہوا کہ اس کے اسلام لانے پر فرش تا عرش اس طرح خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی ہو۔ لیکن یہ انفرادیت اور خصوصیت ہے صرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جن کے اسلام پر فرش تا عرش خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

(۵) کفار و مشرکین کا اظہارِ تاسف اور اس بات کا اعتراف و اقرار کہ عمر کے اسلام لانے سے ہماری قوم نصف رہ گئی' جس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل' آپ کی کرامات اور آپ کے مناقب سن کر غم و

غصہ سے پھٹتے ہیں، ان کا قارورہ دراصل اُن کفار و مشرکین سے جا ملتا ہے۔

(۶) کعبہ میں اوّلین بر سرِ عام نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت، شجاعت اور پامردی و استقلال کی مرہونِ منت ہے۔ سو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جن کی ابتداء و بدایت میں برکت اور فیض کا یہ عالم ہے، ان کی انتہاء و نہایت میں فیوض و برکات کا عالم کیا ہوگا!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضور نبی مکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد تقریباً ۱۳ سال تک مسلمانوں نے کفار و مشرکین کے جور و ستم اور ظلم و استبداد کو برداشت کیا۔ اللہ رب العزت کی طرف سے چونکہ ابھی اذنِ جہاد نہیں ہوا تھا، لہٰذا مسلمانوں نے ان تمام تکالیف و مصائب کو بڑی استقامت و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ بالآخر اللہ رب العزت کی طرف سے حضور نبی مکرم ﷺ کو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذنِ ہجرت ملا۔ اور یہ ہجرت ان پر فرض قرار دے دی گئی۔ سب صحابہ نے ہجرت کی لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہجرت کرنے کا وقت آیا تو آپ نے سوچا کہ میرے ہجرت کرنے کے بعد یہ کفار مجھ پر پھبتیاں کسیں گے کہ عمر ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر مکہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنی کیسی جرأت اور شجاعت کا اظہار کیا، اس کا بیان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں!

امام ابن اثیر جزری روایت کرتے ہیں:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے علم کے مطابق مہاجرین میں سے حضرت عمر کے سوا ہر شخص نے چھپ کر ہجرت کی ہے، حضرت عمر نے جب ہجرت کا قصد کیا تو انہوں نے تلوار لٹکائی، تیر اور کمان اپنے ہاتھ میں لیے اور نیزہ سنبھال کر کعبہ کی طرف گئے، اس وقت قریش کی ایک جماعت صحنِ کعبہ میں بیٹھی ہوئی تھی،

حضرت عمر نے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی' پھر قریش کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس پر اس کی ماں روئے' اس کے بچے یتیم ہوں اور اس کی بیوی بیوہ ہو' وہ اس وادی کے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کر لے (مراد یہ تھی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ عمر ڈر کر ہجرت کر رہا ہے بلکہ عمر کے پیش نظر صرف اللہ رب العزت اور اس کے محبوب ﷺ کے حکم کی تعمیل مقصود ہے)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص نے حضرت عمر کا پیچھا نہیں کیا اور بعض معمر لوگوں نے قریش کو سمجھایا اور نصیحت کی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر آئے' پھر حضرت ابن اُم مکتوم (نابینا) آئے' پھر بیس سواروں کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب آئے' پھر حضرت ابوبکر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

(اسد الغابہ صفحہ ۶۳۹' دار الکتاب العربی' بیروت) (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۷' پروگریسو بکس' لاہور)

محدث خیر اُمم

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ایک منصب اپنے غلاموں کے ملوث نفوس اور ظلماتی قلوب کی تنویر' تزکیہ اور تطہیر کا عطا فرمایا ہے۔ حضور نبی مکرم ﷺ جس طرح اپنی اُمت کے مربی اور معلم ہیں' اسی طرح مزکی و مطہر بھی ہیں' چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O

(اے محبوب!) اُن کے مالوں سے صدقات وصول کرو' جس کے ساتھ تم ان کو ستھرا اور پاک کرتے ہو اور ان کو دعا دو' بے شک تمہاری دعا ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے O (التوبہ:۱۰۳)

نیز ارشادِ رب العزت ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ O (البقرہ:۱۲۹)

(ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:) اے ہمارے رب! اور اُن میں بھیج انہیں میں سے عظیم الشان رسول، جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان (کے نفوسِ قلوب، بواطن اور ارواح) کا تزکیہ کرے، بے شک تُو ہی غالب، حکمت والا ہے O

اسی سورۂ بقرہ میں اس دعا کی استجابت و قبولیت کو اللہ رب العزت نے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ O (البقرہ:۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تم میں تمہیں میں سے عظیم رسول بھیجا جوتم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں وہ سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے O

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ O

تحقیق اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) نے احسان فرمایا مؤمنین پر جب ان میں انہی میں سے رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ اس

سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے O (آل عمران:۱۶۴)

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O (الجمعہ:۲)

اللہ وہ ذات ہے جس نے اُمیوں میں بھیجا انہیں میں سے عظیم رسول' جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگر چہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے O

حضور نبی مکرم ﷺ نے ویسے تو تمام صحابہ کو علم وحکمت کا فیض عطا فرمایا اور ان کے نفوس وقلوب اور بواطن وارواح کا تزکیہ' تنقیہ اور تجلیہ فرمایا' لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چونکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت سے ایک عظیم الشان مقصد اور ہدف کے لیے مانگا تھا' اور وہ مقصد تعزیز اسلام' تقویت دین' استحکامِ ایمان اور اعلائے کلمۃ اللہ کا تھا۔ اس لیے بطورِ خاص حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم وحکمت نبوی کا فیضان بھی عطا فرمایا اور آپ کے قلب و باطن کا تزکیہ اور تطہیر بھی فرمائی۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف سورۃ البقرہ' حضور نبی مکرم ﷺ سے آٹھ برس کے عرصہ میں پڑھی اور ظاہر ہے کہ جس شاگرد کے معلم' مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ ہوں' اس شاگرد کے علوم و معارف کا عالم کیا ہوگا! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم و معارف کے بحر بیکراں اور بحر ذخار سے حظ وافر ملا' جس پر یہ حدیث شاہد ہے:

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: بینا انا نائم' شربت یعنی اللبن حتی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے اتنا دودھ پیا کہ جس کی تازگی میرے ناخنوں سے

انظر الی الری یجری فی ظفری او فی اظفاری ثم ناولت عمر ۔ فقالوا: فما اوّلته یا رسول اللّٰہ؟ قال: العلم ۔

ظاہر ہونے لگی‘ پھر بچا ہوا میں نے عمر کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد علم ہے۔

(صحیح بخاری‘ کتاب: فضائل الصحابۃ‘ باب: مناقب عمر بن الخطاب‘ رقم الحدیث:۳۶۸۱‘ دارالکتب العربی‘ بیروت) (صحیح مسلم‘ کتاب: فضائل الصحابۃ‘ باب: من فضائل عمر‘ رقم الحدیث:۶۱۹۰۔ ۶۱۹۱) (سنن الترمذی‘ کتاب: المناقب‘ باب: مناقب سیّدنا عمر بن الخطاب‘ رقم الحدیث:۲۲۸۴‘ دارالمعرفۃ‘ بیروت) (سنن داری:۲۱۵۴‘ مصنف ابن ابی شیبہ:۳۰۴۹۲)

اس حدیث میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطورِ خاص باقی ماندہ دودھ (یعنی فیضانِ علمِ نبوت) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کیوں عطا فرمایا؟ اس کی لطیف وجہ ذکر کرتے ہوئے حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ یوں رقم طراز ہیں:

المراد بالعلم هنا العلم بسياسة الناس بكتاب الله تعالٰى وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم‘ واختص عمر بذلك لطول مدته بالنسبة الٰى ابى بكر‘ وباتفاق الناس علٰى طاعته بالنسبة الٰى عثمان‘ فان مدة ابى بكر كانت قصيرة فلم

اس حدیث میں علم سے مراد لوگوں پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق سیاست کرنا ہے‘ اور حدیث میں حضرت عمر کی تخصیص اس لیے ہے کہ حضرت عمر کا زمانۂ خلافت حضرت صدیق کے زمانۂ خلافت سے زیادہ ہے‘ اور حضرت عثمان کی بہ نسبت لوگ حضرت عمر کے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے‘ پس بے شک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت

یکثر فیھا الفتوح، ومع ذلک فساس عمر فیھا مع طول مدتہ الناس بحیث لم یخالفہ احد، ثم ازدادت اتساعا فی خلافۃ عثمان فانتشرت الاقوال واختلفت الآرا ولم یتفق لہ ما اتفق لعمر من طواعیۃ الخلق لہ فنشات من ثم الفتن الیٰ ان افضی الامر الیٰ قتلہ، واستخلف علی فما زداد الامر الا اختلافا والفتن الا انتشارا۔	خلافت چونکہ بہت قلیل تھی، اس لیے اس مدت میں کثرت کے ساتھ فتوحات نہیں ہوئی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طویل مدت لوگوں پر خلافت کی، اس حال میں کہ کوئی ایک بھی آپ کے مخالف نہیں تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اقوال منتشر ہو گئے اور آراء مختلف ہو گئیں اور جیسے لوگ حضرت عمر کی تابعداری اور فرمانبرداری پر متفق تھے، اس طرح حضرت عثمان پر متفق نہ ہوئے۔ اسی اختلاف و انتشار کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فتنے تھے، یہاں تک کہ معاملہ حضرت عثمان غنی کے قتل تک پہنچ گیا، پھر حضرت علی خلیفہ بنائے گئے تو اختلاف و انتشار بڑھتا ہی چلا گیا۔
(فتح الباری جلد۸ صفحہ ۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)	

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو............ علمِ ظاہر، علمِ سیاست اور علمِ احکام کا ملنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وفورِ علم اور سیاسی بصیرت کو ان جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لو ان علم عمر وضع	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

فی کفة المیزان ووضع علم اھل الارض فی کفة لرجح علمه بعلمهم.

علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان کے علم پر بھاری ہوگا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد۹ صفحہ۱۶۳، رقم الحدیث:۸۸۰۹) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۲ صفحہ۳۳۶، مجمع الزوائد للہیثمی جلد۹ صفحہ۶۹، التمہید لابن عبدالبر جلد۳ صفحہ۱۹۸)

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جس طرح علم ظاہر، علم سیاست اور علم احکام کا فیض عطا فرمایا، اسی طرح آپ کو علم لدنی اور علم باطن کا فیض بھی عطا فرمایا اور آپ کے قلب اطہر کا ایسا تزکیہ، تنقیہ اور تجلیہ فرمایا کہ آپ اس اُمت کے محدّثِ اعظم قرار پائے۔ چنانچہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس شان کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك فی اُمتی احد فانه عمر...... زاد زکریا...... عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال النبی الکریم صلی اللّٰه علیه وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم سے پہلی اُمتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، پس اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے...... زکریا نے ان الفاظ کا اضافہ کیا:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: بے شک تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں، پس ان میں سے کوئی

غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من اُمتی منهم احد فعمر .

میری اُمت میں ہے تو وہ عمر ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۶۸۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

امام مسلم، امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضی الله عنها، عن النبی صلی الله علیه وسلم، انه کان یقول: قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی اُمتی منهم احد، فان عمر بن الخطاب منهم .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں میں محدث ہوتے تھے اور اگر میری اُمت میں بھی کوئی محدث ہوتے تو عمر ان میں سے ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۲۳۹۸)
(سنن الترمذی، کتاب: المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۶۹۳) (صحیح ابن حبان: ۶۸۹۴، المستدرک: ۴۴۹۹، سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۱۹)

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان فیمن مضی رجال یتحدثون نبوة فان یکن فی اُمتی احد منهم فعمر .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سابقہ اُمتوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جو نبوت کی سی باتیں کرتے تھے اور اگر میری اُمت میں ایسا کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۳۵۴، رقم الحدیث: ۳۱۹۷۲)

محدَّ ث کا مفہوم

مفہومِ محدث کے بارے میں اہل علم کے متعدد اقوال ملتے ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں!

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

قال ابن وھب: تفسیر محدثون مُلْهَمُون .

امام ابن وہب نے فرمایا کہ لفظ ''محدثون'' کا معنی ہے: ''ملھمون'' یعنی وہ نفوس جن پر الہام کیا گیا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ، صفحہ۱۰۰۳، دارالکتاب العربی، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

قوله (محدّثون) بفتح الدال جمع محدث، واختلف في تاويله فقيل: ملهم، قاله الاكثر قالوا: المحدث بالفتح هو الرجل الصادق الظن، وهو من القى فى روعه شيء من قبل الملاء الاعلٰى فيكون كالذى حدثه غيره به، وبهذا جزم ابو احمد العسكرى وقيل من يجرى الصواب علٰى لسانه من غير قصد، وقيل مكلم اى تكلمه الملائكة بغير نبوة،

محدث میں دال پر زبر ہے اور محدثون، محدث کی جمع ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صاحب الہام ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ محدث وہ شخص ہے جس کا گمان صادق ہو اور وہ شخص جس کے دل میں کوئی بات ملاءِ اعلیٰ سے القاء کی گئی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ جس کی زبان پر بلا قصد صحیح بات آئے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ محدث سے مراد مکلم ہے یعنی جو نبی نہ ہو مگر اس سے فرشتے کلام کریں اور یہ تفسیر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: عرض کی گئی کہ

وھذا ورد من حدیث ابی سعید الخدری مرفوعا ولفظه قیل یا رسول اللّٰہ! وکیف یحدث؟ قال تتکلم الملائکة علی لسانه ۔

یارسول اللہ ﷺ! محدث کون ہے؟ فرمایا: جس کی زبان پر فرشتے کلام کرتے ہوں۔

(فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

قال البخاری: یجری الصواب علی السنتهم ۔ (شرح مسلم جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۵، ریاض)

امام بخاری نے محدث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ محدث وہ ہیں جن کی زبان سے درست، صواب اور حق بات جاری ہو۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل قال: قال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنه: ما رأیت عمر الا وکان بین عینیه ملك یسدده ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۳۵۴، رقم الحدیث: ۳۱۹۸۳)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو انہیں سیدھی راہ دکھاتا تھا۔

محدث کا یہی مفہوم علامہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ نے (شرح الطیبی علیٰ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۹) میں اور ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۹) میں بیان کیا۔

محدث کی سب سے زیادہ مستند، اعلیٰ اور بہترین تفسیر وہ ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "ان اللّٰہ جعل الحق علٰی لسان عمر وقلبہ".	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق ڈال دیا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۶۸۳، دارالمعرفۃ، بیروت) (مسند احمد صفحہ ۵۳)

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ، قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: ان اللّٰہ وضع الحق علٰی لسان عمر یقول بہ .	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے عمر کی زبان پر حق ڈال دیا ہے جس کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے۔

(سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۳۶۵، رقم الحدیث: ۲۹۶۲) (سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۴۰، مقدمہ، باب: مناقب عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۱۰۸)

امام بیہقی، امام بغوی اور خطیب تبریزی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال: ما کنا نبعد ان السکینۃ	حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ سکینہ

تنطق علٰی لسان عمر ۔ (فرشتوں کی ایک قسم) عمر کی زبان پر کلام کرتی ہے۔

(دلائل النبوۃ جلد۶ صفحہ۳۶۲، شرح السنہ رقم الحدیث:۳۸۷۷، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۶۰۴۴)

امام تورپشتی نے سکینہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

ای لم تکن نبعد انه ینطق بما یستحق ان تسکن الیه النفوس وتطمئن به القلوب وانه امر غیبی القی علٰی لسانه ۔ (مرقاۃ جلد۱۱ صفحہ۱۹۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ حضرت عمر ایسا کلام کرتے ہیں جس کے ساتھ نفوس کو تسکین اور قلوب کو طمانیت اور اطمینان ملتا اور وہ غیبی بات تھی جو آپ کی زبان پر جاری ہوئی۔

ان تمام احادیث، آثار اور اقوال کا مرجع، مآل اور حاصل یہ ہے کہ محدث کے قلب ونظر پر ملاءِ اعلیٰ کا فیضان ہوتا ہے، اس کا اجتہاد صحیح اور اس کا کلام صائب اور ربانی تائید سے مؤید ہوتا ہے اور محدثین کے اس گروہ کے سرخیل ومقتدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے نطق رسالت سے محدث کا لقب پایا ہے۔

شیطان رجیم پر رعب فاروقی

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ناطق بالصواب اور ملہم من اللہ تھے اور آپ کے قلب اقدس سے حق کا چشمہ صافی رواں تھا اور آپ کی زبانِ اقدس سے قدسیانِ فلک کلام کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ رب العزت نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شیطان رجیم کے وساوس، نفحات اور ہمزات سے محفوظ ومصئون بنا دیا نہ صرف محفوظ بنا دیا بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب، آپ کی ہیبت اور جلالت اس شیطان پر اس طرح وارد اور طاری فرما دی کہ وہ مردود جس راستہ سے آپ کو

آ تا دیکھ لیتا' وہاں سے راہِ فرار اختیار کر لیتا۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کتنی بڑی کرامت اور خداداد وجاہت اور عزت ہے کہ وہ شیطان جو کسی کو تاب میں نہیں لاتا اور ہر ایک کے درپے رہتا ہے (ماسوا مخلصین کے) اور انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے "ان الشیطان یجری من الانسان مجری الامر" وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سایہ دیکھ کر لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور "فَرَّ یَفِرُّ" کی گردان میں ہی عافیت سمجھتا ہے' اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں اور منزلت و رعب فاروقی کا اندازہ فرمائیں۔ امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمۃ روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنه عن ابیه قال: استاذن عمر بن الخطاب علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعنده نسوة من قریش یکلمنه ویستکثرنه عالیة اصواتهن علیٰ صوته . فلما استاذن عمر بن الخطاب قمن فبادرن الحجاب . فاذن له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم . فدخل عمر ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یضحك فقال عمر: اضحك اللہ سنك یا رسول اللہ' فقال

حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین بیٹھی تھیں' جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ چیزیں طلب کر رہی تھیں' ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں' جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں۔ اس پر حضور نبی مکرم ﷺ مسکرانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے دندان مبارک تبسم ریز رکھے! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا جو میرے

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:	پاس تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ
عجبت من ھؤلاء اللاتی کن	جلدی سے حجاب میں چلی گئیں، حضرت عمر رضی
عندی، فلما سمعن صوتك	اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ
ابتدرن الحجاب فقال عمر	اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے
رضی اللّٰہ عنہ: فانت احق ان	ڈریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے
یحصبن یا رسول اللّٰہ، ثم قال	اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور
عمر: یا عدوات انفسھن:	رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے
اتھبننی ولا تھبن رسول اللّٰہ	جواب دیا: ہاں! آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے
صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقلن:	مقابلہ میں سخت گیر اور درشت ہو۔ پھر حضور نبی
نعم، انك اغلظ من رسول اللّٰہ	اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر بن
صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال	خطاب! اس بات کو چھوڑو! قسم ہے اس ذات
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ	کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!
وسلم: ایھا یا ابن الخطاب،	جب شیطان تمہیں کسی راستہ میں ملتا ہے تو وہ
والذی نفسی بیدہ، مالقیك	تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا
الشیطان سالکا فجا قط الا	جاتا ہے۔
سلك فجا غیر فجك .	

(صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، رقم الحدیث: ۳۲۹۴، وفی کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: مناقب عمر بن الخطاب، رقم الحدیث: ۳۶۸۳، دار الکتاب العربی، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۰۹۶، دار الکتاب العربی) (مسند احمد: ۱۵۸۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۳۰، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۳، المعجم الاوسط: ۸۷۸۳، مسند ابویعلی: ۸۱۰)

اللہ اکبر کبیرا! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم اُٹھا کر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کی اس فضیلت کو مؤکد اور مقرر فرما دیا۔ جس کی صداقت اور حقانیت میں صرف شقی القلب اور حرماں نصیب ہی شک کر سکتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ جب شیطان' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سایہ دیکھ کر بھاگ جاتا ہے اور راستہ تبدیل کر لیتا ہے تو وہ شیطان اس بات پر کیسے قدرت رکھ سکتا ہے کہ وہ حضرت فاروق اعظم پر تمکن حاصل کرے اور آپ پر تسلط حاصل کر کے راہِ راست سے گمراہ اور بھٹکا دے؟ اس بات کا تو شیطان خود بہت پہلے اقرار واعتراف کر چکا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ O (ص:۸۲۔۸۳)

(شیطان نے) کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا O ماسوا اُن میں سے تیرے چنے ہوئے بندوں کو O

اور جب شیطان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خوفزدہ اور ہراساں ہو کر فرار ہو جاتا ہے تو یقیناً اور قطعاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' اللہ رب العزت کے عباد مخلصین میں سے ہیں۔ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ شیطان تو حضرت عمر پر اپنے تسلط' تغلب اور تمکن کا انکار کرے اور روافض حضرت عمر کو العیاذ باللہ تعالیٰ گمراہ بلکہ کافر کہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نانہجار بدبختی میں شیطان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

عن بریدة رضی اللّٰہ عنه قال: خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی بعض مغازیه' فلما انصرف جاء ت جارية سود آء' فقالت: یا رسول اللّٰہ' انی کنت نذرت ان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف

ردك اللّٰه سالما ان اضرب بين يديك بالدف' فقال لها رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ان كنت نذرت فاضربى والا فلا فجعلت تضرب' فدخل ابوبكر رضى اللّٰه عنه وهى تضرب . ثم دخل على رضى الله عنه عنه وهى تضرب' ثم دخل عثمان رضى اللّٰه عنه وهى تضرب ثم دخل عمر رضى الله عنه فالقت الدف تحت استها ثم قعدت عليه' فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ان الشيطان ليخاف منك يا عمر' انى كنت جالسا وهى تضرب فدخل ابوبكر وهى تضرب فلما دخلت انت يا عمر' القت الدف .

بجاؤں گی۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی تھی تو دف بجا لو ورنہ نہیں۔ اس نے دف بجانا شروع کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے وہ بجاتی رہی' پھر حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما آ گئے پھر بھی وہ بجاتی رہی' لیکن اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان ڈرتا ہے' میری موجودگی میں یہ دف بجاتی رہی' پھر ابوبکر' علی اور عثمان آئے تب بھی یہ دف بجاتی رہی لیکن جب تم آئے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:۳۶۹۰' دارالمعرفہ) (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۵۳)

مجدد اہل سنت' مفسر قرآن' شارح صحیح بخاری و مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی

دامت فیوضہم وبرکاتہم اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس حدیث پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ سیاہ فام عورت نبی مکرم ﷺ کے سامنے دف بجاتی رہی اور حضرت عمر آئے تو وہ دف کو اپنے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور آپ نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شیطانی کام ہوتا رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے جائز خوشی کے موقع پر دف بجانا جائز ہے اور اس میں زیادہ اشتغال ممنوع ہے' تو جب تک وہ آپ کے سامنے دف بجاتی رہی تھی وہ اباحت کی حد میں تھا اور جب وہ اباحت کی حد سے متجاوز ہوئی تو یہی وہ وقت تھا جب حضرت عمر آئے اور اس نے دف اپنے نیچے رکھا' تو آپ نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

(نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری جلد۶ صفحہ ۷۵۶' فرید بک سٹال' لاہور)

عن عائشة رضي الله عنها' قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لانظر الى شياطين الانس والجن قد فروا من عمر .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین جن و انس' عمر کو دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ ﷺ' باب: مناقب عمر' رقم الحدیث:۳۶۹۱' دارالمعرفہ' بیروت) (السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث:۸۹۵۷)

عن سديسة مولاة حفصة رضي الله عنها' قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الشيطان لم يلق عمر

حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ہیں' بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک جب سے عمر نے اسلام قبول کیا ہے' شیطان

مسلم الاخر لوجهه ۔ اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو وہ اپنے منہ کے بل گر پڑتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۸۲۷، مسند الفردوس رقم الحدیث: ۳۶۹۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۷۰، فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانِ نبوت سے ایک عظیم منقبت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چونکہ شیطانی وساوس اور اس کے مکر و فریب سے محفوظ و مصئون ہیں اور آپ کے قلب و زبان سے حق جاری ہوتا ہے اور آپ ملہم من اللہ عزوجل کے مقام پر فائز ہیں اور صفائے باطن، تزکیہ قلب اور تجلیہ نفس کے اس مقامِ علیا اور مرتبۂ ارفع پر ہیں کہ اگر اللہ رب العزت کا یہ قطعی، یقینی، محکم اور اٹل فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بابِ نبوت اور رسالت بند ہو جائے گا اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہو جائے گا، تو اللہ رب العزت اس اُمت کے لیے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبی اور رسول ہونے کے لیے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرماتا۔ لیکن خلاقِ ازل کی مشیت اور منشاء چونکہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت و رسالت کی خاتمیت کا تاج پہنانے کا تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی تو نہ تھے لیکن صاحب الہام، صاحبِ کرامت اور ناطق بالصواب کے سرخیل و مقتداء بن گئے۔ اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عقبة بن عمار رضی اللہ عنہ، قال: قال النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم: لو کان بعدی نبی، لکان عمر بن الخطاب ۔ قال ابو عیسٰی

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ امام ابوعیسٰی ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

ترمذی: ھذا حدیث حسن ۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:۳۶۸۶، دارالمعرفۃ، بیروت) (مسند احمد جلد۴ صفحہ۱۵۴، المستدرک جلد۳ صفحہ۹۲، رقم الحدیث:۴۴۹۵)

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لو کان اللّٰہ باعثا رسولا بعدی، لبعث عمر بن الخطاب ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ میرے بعد کسی کو رسول بنا کر بھیجنے والا ہوتا تو یقیناً عمر بن خطاب کو بھیجتا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث:۸۲۲، مسند رویانی رقم الحدیث:۲۲۳، مجمع الزوائد للہیثمی جلد۹ صفحہ۶۸)

قارئین! یہ احادیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کتنی بڑی فضیلت اور منقبت پر مشتمل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف اس لیے نبی اور رسول نہیں بنائے گئے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہو چکا ورنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں نبوت ورسالت کے بارِ گراں کے حمل کی صلاحیت واستعداد تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور موافقت وحی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ محدَّث، ملہم اور ناطق بالصواب ہیں، اس لیے بہت سے معاملات میں لوگوں کی ایک رائے ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری رائے ہوتی، تو قرآن مجید کی آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید ورائے میں نازل ہوئی۔ علامہ ابن حجر ہیتمی نے کہا: ایسی آیات سترہ ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الخلفاء'' میں تتبع کر کے ان کا عدد بیس سے زائد تک پہنچا دیا۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال عمر رضی اللہ عنہ: وافقت ربی فی ثلاث .	حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب: الصلوٰۃ، باب: ماجاء فی القبلۃ، رقم الحدیث:۳۹۳، وفی کتاب: التفسیر، باب: قولہ واتخذ وامن مقام ابراہیم مصلی، رقم الحدیث:۴۲۱۳) (صحیح ابن حبان:۶۸۹۶، مسند احمد:۱۵۷)

محقق احناف ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، علامہ طیبی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال الطیبی: ما احسن ھذہ العبارۃ وما الطفھا حیث راعی فیھا الادب الحسن ولم یقل: وافقنی ربی: مع ان الآیات انما نزلت موافقۃ لرایہ واجتھادہ . (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱۱ صفحہ۱۹۸، مکتبہ رشیدیہ) (الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱۱ صفحہ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)	علامہ طیبی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت ''وافقت ربی'' کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی، کتنی پیاری اور لطیف ہے کیونکہ اس میں حسن ادب کی رعایت کی گئی ہے۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ میرے رب نے میری موافقت کی ہے، حالانکہ آیات آپ کی رائے اور آپ کے اجتہاد کے موافق نازل ہوئی تھی۔

یہی ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال الحافظ العسقلانی: لیس فی تخصیص الثلاث ما ینفی الزیادۃ لانہ حصلت لہ	حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت عمر نے جو تین کا عدد ذکر کیا ہے اس سے تخصیص مراد نہیں، جو زیادتی کی نفی

الموافقة فی اشیاء من مشهورها ۔ کرے بلکہ تین میں حصر کی وجہ ان کی شہرت ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۸، مکتبہ رشیدیہ)

بعض آیات کی تفصیل یہ ہے:

مقامِ ابراہیم کا مصلّٰی قرار پانا

عن انس رضی الله عنه قال: قال عمر رضی الله عنه، قلت: یا رسول الله، لو اتخذنا من مقام ابراهیم مصلی فنزلت (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط) (البقرہ:۱۲۵) ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں، تو حکم نازل ہوا: ''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو'' (البقرہ:۱۲۵)۔

(صحیح بخاری، کتاب: الصلوٰۃ، باب: ما جاء فی القبلۃ، رقم الحدیث:۴۰۲، دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث:۴۴۸۳-۴۷۹۰-۴۹۱۶) (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: من سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث:۲۹۶۰، دارالمعرفہ بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب: اقامۃ الصلوٰۃ، باب: القبلۃ، رقم الحدیث:۱۰۰۹، دارالسلام ریاض) (السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۱۱، سنن دارمی: ۱۸۴۹، مسند البزار:۲۲۰، صحیح ابن حبان:۶۸۹۶، المعجم الصغیر:۸۶۸، شرح السنۃ:۳۸۸۷، سنن بیہقی جلد ۷ صفحہ ۸۸، مسند ابوداؤد الطیالسی:۴۱، مسند احمد:۱۵۷)

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اللہ رب العزت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمنا اور خواہش کو پورا کیا اور آپ کی رائے کے مطابق قرآن کی آیت کو نازل کیا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس چیز کی نبی کی طرف نسبت ہو اس کو یادگار بنانا حضرت عمر کے نزدیک جائز تھا، اور اس سے تبرک حاصل کرنا اور بہ طور یادگار

محفوظ رکھنا مستحسن و مستحب عمل ہے وگرنہ اللہ رب العزت آپ کی تمنا اور خواہش کو پورا نہ فرماتا۔

آیت حجاب کا حکم

عن انس رضی اللّٰہ عنہ' قال: قال عمر رضی اللّٰہ عنہ' قلت یا رسول اللّٰہ! لو امرت نساء ك ان یحتجبن' فانہ یکلمھن البر والفاجر' فنزلت آیۃ الحجاب (واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من ورآء حجاب) (الاحزاب:۵۳) .	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کاش آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے ہر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں' تو پردے کی آیت نازل ہوئی: ''اور جب تم ان سے (یعنی ازواجِ مطہرات سے) کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الصلوٰۃ' باب: ما جاء فی القبلۃ' رقم الحدیث:۴۰۲' دارالکتاب العربی' بیروت)(صحیح ابن حبان:۶۸۹۶' مسند احمد:۱۵۷' سنن ابن منصور:۲۱۵)

ازواجِ مطہرات کی غیرت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید

حضور اکرم ﷺ اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کے پاس جایا کرتے تھے' بعض ازواجِ مطہرات کو اس بات سے بہت غیرت آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں طلاق دے دی تو اللہ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کو تم سے بہتر ازواج عطا فرمادے گا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ'' (التحریم:۵) ''قریب ہے کہ اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو اللہ انہیں تم سے بہتر ازواج عطا فرمادے گا''۔

حدیث کے لفظ یہ ہیں:

عن انس بن مالك رضی اللّٰه عنه' قال: قال عمر رضی اللّٰه عنه' اجتمع نسآء النبی فی الضیرة علیه' فقلت لهن: عسٰی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن' فنزلت هذه الایة ۔

(صحیح بخاری' کتاب: الصلوٰۃ' باب: ما جآء فی القبلۃ' رقم الحدیث:۴۰۲' دارالکتاب العربی' بیروت)(صحیح ابن حبان:۶۸۹۶' مسند احمد:۱۵۷)

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ اور حضرت عمر کی رائے

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما' ان عبد اللّٰه بن ابی لما توفی جاء ابنه الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه' اعطنی قمیصك اکفنه فیه وصل علیه واستغفر له فاعطاه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قمیصه' فقال: آذنی اصلی علیه فاذنه فلما اراد ان یصلی علیه جذبه عمر رضی اللّٰه عنه فقال: الیس اللّٰه نهاك ان تصلی علی المنافقین؟ فقال: انا بین خیرتین قال: (استغفرلهم او لا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعین مرة فلن یغفر اللّٰه لهم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) مرگیا تو اس کے بیٹے (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو کہ صحابیٔ رسول اور مخلص مؤمن تھے) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں تاکہ میں اسے اپنے باپ کو بطور کفن دے سکوں اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنا قمیص عطا فرما دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے اطلاع کر دینا تاکہ میں اس پر نمازِ جنازہ پڑھوں! سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی گئی۔ جب نبی کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا

(التوبہ:۸۰)' فصلّٰی علیہ فنزلت: (ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ) (التوبہ: ۸۴) قال: فترکَ الصلٰوۃ علیھم۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو روکا اور عرض کیا: (یارسول اللہ!) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''آپ خواہ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز بخشنے والا نہیں''۔ سو حضور نبی مکرم ﷺ نے اس پر نماز پڑھی تو وحی نازل ہوئی: ''اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے' اس پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''۔

(صحیح بخاری' کتاب: الجنائز' باب: الکفن فی القمیص الذی یکف اولا یکف' رقم الحدیث: ۱۲۱۰' وفی الکتاب: تفسیر القرآن' رقم الحدیث: ۴۳۹۳' وفی کتاب: اللباس' باب: لبس القمیص' رقم الحدیث: ۵۴۶۰) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث: ۲۴۰۰) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ' باب: ومن سورۃ التوبہ' رقم الحدیث: ۳۰۹۸) (سنن النسائی' کتاب: الجنائز' باب: القمیص فی الکفن' رقم الحدیث: ۱۹۰۰) (سنن ابن ماجہ' کتاب: الجنائز' باب: فی الصلٰوۃ علٰی اہل القبلۃ' رقم الحدیث: ۱۵۲۳۔۱۵۲۴) (مسند احمد: ۹۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۵)

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا صحیح ہونا عام منافقین کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارادہ تبلیغی ضرورت کے سبب بالخصوص عبداللہ بن ابی کے بارے میں تھا اور یہ امر صحیح تھا ورنہ وحی کے ذریعے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی نمازِ جنازہ سے روک دیا جاتا۔ حضور نبی مکرم ﷺ کی اسی نماز کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار افراد مسلمان ہو گئے اور اس نماز سے یہی سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء تھا۔ الغرض! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا صحیح ہونا حضور اکرم ﷺ کے مقابلہ میں نہ تھا' کیونکہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل بالخصوص عبداللہ بن ابی کے بارے میں تھا اور قرآن نے عام منافقین کا حکم بیان کیا ہے۔

حرمت شراب کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

ابتداءِ اسلام میں خمر کی وہ قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو' حلال تھی۔ اسلام نے یک لخت شراب کی حرمت کا حکم صادر نہیں فرمایا بلکہ اس میں تدریج کی حکمت کو پیش نظر رکھا۔ اہل عرب کے رگ و پے میں شراب رس بس چکی تھی' اس لیے اگر ابتداء میں ہی شراب کی حرمت کا حکم دے دیا جاتا تو یہ اہل عرب کے لیے دینِ اسلام سے تنفر' توحش اور بُعد و دوری کا سبب بنتا۔ اس لیے حکمت یہ پیش نظر رکھی گئی کہ پہلے اعتقادیات' ایمانیات کو مستحکم اور مضبوط کیا جائے اور دلائل و براہین سے اللہ رب العزت کے بے پناہ قدرت' سطوت اور اس کے احتساب اور مواخذہ پر ایقان میسر آ جائے تو پھر اس فعل سے نجات اہل ایمان کو بڑی آسانی سے میسر آئے گی۔ شراب کی حرمت کا اصلی باعث' محرک اور داعی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کے بار بار عرض کرنے پر اللہ رب العزت نے اس کی قطعی' یقینی حرمت کا حکم نازل فرمایا اور اس پر بڑی سخت وعید بھی ارشاد فرمائی اور یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پوری اُمت پر احسانِ عظیم ہے کہ اُمت اس اُم الخبائث سے بچ گئی' جس سے انسان میں عقل کے اختلاط کی وجہ سے نیکی و بدی' خیر و شر

حلال وحرام بلکہ ایمان وکفر کا امتیاز اور فرق نہیں رہتا' اپنے پرائے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اورقلب و روح مردہ ہو جاتے ہیں۔ انسان بے تکی باتیں کرتا ہے' اتہام و بہتان لگا تا ہےاور معاشرے میں اپنی عزت ووقار کھو بیٹھتا ہے۔

حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

عن عمرو بن شرحبیل ابی میسرة عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ انہ قال اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت فی البقرة: "یسئالونك عن الخمر والمیسر" (البقرہ:۲۱۹) فدعی عمر فقرء ت علیہ فقال: اللّٰھم' بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی النسآء: (یایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکری) (النساء:۴۳)فدعی عمر فقرء ت علیہ ثم قال: اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی المائدہ: (انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء

حضرت عمرو بن شرحبیل' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی وکافی حکم نازل فرما! تو وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے: ''آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں''۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور اس آیت کی تلاوت کی گئی' انہوں نے پھر عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی وکافی حکم نازل فرما' تو وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ النساء میں ہے: ''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ''۔ (النساء:۴۳) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی' انہوں نے پھر عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی و کافی حکم نازل فرما! پھر وہ آیت نازل ہوئی جو

فی الخمر والمیسر) الٰی قوله: (فھل انتم منتھون) (المائدہ:۹۱) فدعی عمر فقرء ت علیه: فقال: انتھینا انتھینا ۔

سورۂ مائدہ میں ہے: ”شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے‘ کیا تم (ان کاموں سے) باز آؤ گے؟“۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہ عرض کرنے لگے: (اے اللہ!) ہم باز آ گئے‘ ہم باز آ گئے۔

(سنن الترمذی‘ کتاب: تفسیر القرآن‘ باب: من سورۃ مائدہ‘ رقم الحدیث:۳۰۴۹‘ دارالمعرفۃ بیروت) (سنن ابوداؤد‘ کتاب: الاشربۃ‘ باب: تحریم الخمر‘ رقم الحدیث:۳۶۷۰‘ دارالسلام‘ ریاض) (سنن نسائی‘ کتاب: الاشربۃ‘ باب: تحریم الخمر‘ رقم الحدیث:۵۵۴۰) (سنن کبریٰ للنسائی‘ رقم الحدیث:۵۰۴۹‘ مسند احمد:۳۷۸‘ المستدرک للحاکم:۷۲۲۴‘ المعجم الاوسط:۱۴۶۴‘ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۸ صفحہ۲۸۵)

گستاخ کے قتل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید

عن عروۃ بن الزبیر قال: اختصم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلان‘ فقضی لاحدھما‘ فقال الذی قضی علیه ردنا الی عمر‘ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: نعم انطلقوا الی عمر‘ فانطلقا‘ فلما

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ آپ نے فرمایا کہ دو آدمی اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں سے ایک کے حق میں فیصلہ فرما دیا‘ تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا (یعنی منافق کے) اس نے کہا کہ آپ ہمیں حضرت عمر کی طرف

اتیا عمر قال الذی قضی له: یا ابن الخطاب ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قضی لی، وان هذا قال: ردنا الی عمر، فردنا الیك رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال عمر: اکذلك؟ للذی قضی علیه، قال نعم، فقال عمر: مکانك حتی اخرج فاقضی بینکما فخرج مشتملا علی سیفه، فضرب الذی قال ردنا الی عمر فقتله، وادبر الآخر الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه قتل عمر صاحبی ولولا ما اعجزته لقتلنی، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ما کنت اظن ان عمر یجتریء علی قتل مومن فانزل اللّٰه تعالی: (فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم) (النساء:٦٥) فتبرا

بھیج دیں (یعنی اس نے نبی مکرم ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ اس پر تردد، تذبذب اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عمر کو حکم اور ثالث بنانے کی درخواست کی)، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم عمر کے پاس چلے جاؤ۔ پس وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا (یعنی یہودی کے) وہ کہنے لگا: اے ابن خطاب! بے شک رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے لیکن اس (منافق) نے کہا کہ ہمیں عمر کی طرف لوٹا دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آپ کی طرف لوٹا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا کہ کیا بات اسی طرح ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے اس سے کہا: تو یہاں ٹھہر میں ابھی نکل کر تم دونوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر باہر نکلے اور جس منافق نے یہ کہا تھا: ''ردنا اِلی عمر'' آپ نے اس کو قتل کر دیا (کہ اس کی اتنی جسارت اور بے ادبی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

الله عمر من قتله ۔ قال جبریل: ان عمر فرق بین الحق والباطل فسمی بالفاروق ۔

(الصارم المسلول لابن تیمیہ صفحہ ۶۶' دارالجبل' بیروت) (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۸' الجامع لاحکام القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۴' الدرالمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۷۹' تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۲۵' روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۷' تفسیر مظہری' جلد ۲ صفحہ ۱۴۵)

فیصلے کو رد کرے)۔ دوسرا آدمی وہاں سے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پلٹ آیا اور عرض کرنے لگا: عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا اور اگر میں نکل کر نہ آتا تو وہ مجھے بھی قتل کر دیتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مؤمن کے قتل پر جرأت کرے گا۔ پس اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی: ''(اے محبوب!) تیرے رب کی قسم! لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مشاجرات اور جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کریں''۔ (النساء:۶۵) پس اللہ رب العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس منافق کے قتل پر بے گناہ قرار دیا۔ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: بے شک عمر نے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا ہے' پس اس وجہ سے آپ کا نام ''فاروق'' رکھا گیا۔

سلمان تاثیر سابق گورنر پنجاب اور ممتاز قادری کے متعلق ....

مصنف کی وضاحت

سورۃ النساء کی اس آیت کریمہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اللہ رب العزت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدامِ قتل پر ان کی توثیق' تصویب اور تائید فرمائی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی بندہ عشق و محبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر

کسی گستاخ، بے ادب اور منقص کو قتل کر دے تو شرعاً اس قاتل پر کوئی مواخذہ نہیں اور نہ ہی اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اس صورت میں اگرچہ اولیٰ و انسب تو یہی ہے کہ اسے حاکم اور قاضی کے سامنے پیش کر کے اس پر مقدمہ دائر کیا جائے اور وہ قاضی اسے قتل کروائے لیکن اگر اس گستاخ کو کوئی ازخود قتل کر دے تو قصاصاً اس قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا، جس پر ایک دلیل تو یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے اور دوسری دلیل یہ حدیث پاک ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما، ان اعمیٰ کانت له ام ولد تسب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فیزجرها فلا تنزجر، فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وتشتمه فقتلها واعلم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بذلك فاهدر دمها .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی اُم ولد (لونڈی) تھی جو نبی کریم ﷺ کی توہین اور گستاخی کرتی تھی، نابینا اس کو سختی سے منع کرتے لیکن وہ نہ رُکتی، پس ایک رات جب وہ نبی کریم ﷺ کی شانِ رفیع میں گستاخی کر رہی تھی تو نابینا نے اس کو قتل کر دیا اور نبی مکرم ﷺ کو یہ سارا معاملہ بتایا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لونڈی کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا (یعنی اس نابینا صحابی سے قصاص نہ لیا)۔

(سنن ابوداؤد، کتاب: الحدود، باب: الحکم فیمن سب النبی ﷺ رقم الحدیث: ۴۳۶۱، دار السلام، ریاض) (سنن نسائی، کتاب: تحریم الدم، باب: الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۴۰۷۶، دار الفکر، بیروت)

یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلیل ہے کہ اگر کوئی گستاخ یا مرتد کو ازخود قتل کر دے تو اس کو قصاصاً قتل کرنا جائز نہیں وگرنہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نابینا کو اور

مذکورہ واقعہ کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ ایک اثر بھی اس پر دلیل ہے جس کو علامہ ابن تیمیہ نے ''الصارم المسلول'' میں نقل کیا:

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما' قال: مر به راهب' فقیل له: هذا یسب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم' فقال ابن عمر: لو سمعته لقتلته۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب سے ایک راہب گزرا' آپ سے کہا گیا کہ اس نے نبی مکرم ﷺ کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں گستاخی کی ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں اس گستاخی کو سن لیتا تو میں اس کو قتل کر دیتا۔

(الصارم المسلول' صفحہ ۲۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اعلم بالسنہ ہیں' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس راہب کو حاکم یا قاضی کے ذریعے قتل کروا دیتا بلکہ فرمایا کہ میں اس کو خود قتل کر دیتا حالانکہ آپ نہ قاضی تھے اور نہ حاکم۔ آپ کا اس طرح فرمانا اس بات پر بیّن دلیل ہے کہ قاضی اور حاکم سے اجازت لیے بغیر اس بندے کو جس کی گستاخی' بے ادبی اور جسارت' قطعیت سے ثابت ہو جائے' اس کو قتل کرنا جائز ہے اور قاتل اس پر مستحق تحسین ہے نہ کہ قابل مذمت اور مستحق قصاص۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے نابینا صحابی والی حدیث نقل کر کے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا:

فلو لم یکن قتلها جائز لبین النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم له ان قتلها کان محرما' وان دمها کان معصوما' ولا وجب علیه الکفارة بقتل المعصوم والدیة ان لم تکن مملوكة له'

اور اگر اس گستاخ باندی کا قتل جائز نہ ہوتا تو نبی مکرم ﷺ اس نابینا صحابی کو اس بات کی وضاحت ضرور فرما دیتے کہ اس کا قتل حرام تھا اور وہ معصوم الدم تھی اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نابینا صحابی پر معصوم الدم کے قتل کی وجہ سے کفارہ اور دیت لازم کرتے'

فلما قال: اشهدوا ان دمها هدر. والهدر: الذی لا یضمن بقود ولا دیة ولا کفارة. علم انه کان مباحا مع کونها ذمیة' فعلم ان السب اباح دمها.

(الصارم المسلول صفحہ ۹۲' دار الجبل' بیروت)

اگر وہ اس کی مملوکہ نہیں تھی۔ پس جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سنو! اس کا خون ہدر (یعنی رائیگاں) ہے۔ اور ہدر کا معنی ہے کہ جس میں نہ قصاص ہو' نہ دیت اور نہ کفارہ۔ تو معلوم ہوا کہ اس عورت کے ذمی ہونے کے باوجود اس کا قتل مباح تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب وشتم موجب اباحۃ الدم ہے۔

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو ممتاز قادری نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کیا' جس پر بعض لوگوں نے کہا کہ ممتاز قادری مستحق قتل ہے اور یہ اس کا ظلم ہے جبکہ جمہور اہل علم کا یہ موقف ہے کہ سلمان تاثیر مستحق قتل تھا اور ممتاز قادری کا اس کو قتل کرنا درست کام تھا اور ممتاز قادری اپنے اس اقدام کی وجہ سے مستحق تعریف وتحسین ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے علماء نے اسے اپنا ''ہیرو'' قرار دیا۔ مصنف کے نزدیک بمطابق حدیث ''ید اللّٰہ علی الجماعة'' جمہور علماء کا نظریہ ہی درست اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر سے بہت سے کفریات صادر ہوئے اور وہ تادم زیست اپنے کفریات پر ڈٹا رہا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) پوری اُمت کا اس بات پر اجماع قطعی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کفر وارتداد ہے اور اس کا مرتکب مستحق قتل ہے۔ اس عقیدہ پر کوئی دوسری رائے نہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی نصوص' اجماعِ اُمت اور تعامل اُمت سے ثابت ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں' صرف دو عدد حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

قال محمد بن سحنون: حضرت محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر ۔ والوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر ۔

فرمایا: تمام علماء کا اجماع ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کی گستاخی اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ کے عذاب کی وعید ہے اور اُمت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(الشفاء الباب الاوّل: فی بیان ماھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سب او نقص من تعریض اونص صفحہ ۴۰۵ دار ابن حزم)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

نقل ابن المنذر الاتفاق علی ان من سبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صریحا وجب قتلہ ۔

امام ابن المنذر نے نقل کیا کہ جس نے صریحاً نبی مکرم ﷺ کو سب و شتم کیا تو اس کے قتل پر جمیع اُمت کا اتفاق ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۱ تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۲۰ الصارم المسلول صفحہ ۲۷)

بلکہ بقول ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری: یہ گستاخی پر قانونِ قتل ضروریاتِ دین میں سے اور متواتر قطعی اور یقینی ہے۔

اور یہ بات ہر ذی شعور کو معلوم ہے کہ سلمان تاثیر نہ صرف یہ کہ اس قانون کا منکر اور مغلط تھا بلکہ وہ ملک پاکستان کے قوانین سے اس قانون کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے اور ختم کرنے کے درپے تھا اور اس تحریک کا بے باک اور جسور محرک اور داعی تھا۔ ایسے آدمی کے متعلق جو قطعی عقیدہ کی تردید تکذیب اور تغلیط کرے حکم شرع کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں!

امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

وكذلك نقطع بتكفير كل من كذب وانكر قاعدة من قواعد الشرع وما عرف يقينا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلى الله عليه وسلم ووقع الاجماع المتصل عليه .

اور اسی طرح ہم یقین کریں گے ہر اس آدمی کے کفر کا جس نے شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب کی اور اس کا انکار کیا اور اس کا جو یقینی طور پر نقل متواتر سے نبی مکرم ﷺ کا فعل معروف ہو اور مزید برآں اس پر اُمت کا اجماع بھی ہو۔

(الشفاء صفحہ ۴۵۳' دار ابن حزم' بیروت)

یہی امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اكثر المتكلمين من الفقهاء والنظار في هذا الباب قالوا بتكفير كل من خالف الاجماع' اعني: الاجماع الصحيح الجامع لشروط الاجماع المتفق عليه عموما وحجتهم قوله تعالىٰ: من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولىٰ ونصله جهنم وساءت مصيرا . (النساء: ۱۱۵) وقوله عليه الصلوٰة

فقہاء میں سے اکثر متکلمین نے یہ کہا ہے کہ جو اجماع کا مخالف ہے' وہ کافر ہے۔ (قاضی عیاض فرماتے ہیں:) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجماع' اجماع صحیح ہو اور اجماع کی تمام شرائط کا جامع ہو اور عموماً اس پر اتفاق ہو' ان کی دلیل اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ ''جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی اور مؤمنین کے راستہ کے غیر کی اتباع کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اسے جہنم میں ڈالیں گے اور بہت بُرا ٹھکانہ ہے''۔ اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان

والسلام ۔ من خالف الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه ۔ وحکوا الاجماع علٰی تکفیر من خالف الاجماع ۔

بھی دلیل ہے کہ ''جس نے جماعت کی مخالفت کی ایک بالشت بھر، پس تحقیق اس نے اسلام کا پٹا اپنی گردن سے اتار دیا''۔ اور فقہاء نے حکایت کیا ہے کہ جو اجماع کا مخالف ہے، اس کے کفر پر اجماع ہے۔

(الشفاء فی بیان ما ھو من المقالات کفر، صفحہ ۴۵۵، دار ابن حزم، بیروت)

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ائمہ کرام وعلمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالفت اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں۔ مواقف قاضی عضد الدین وشرح مواقف علامہ سیّد شریف طبع استنبول، جلد اوّل صفحہ ۱۵۹، کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین، مسلم الثبوت وفواتح الرحموت جلد دوم صفحہ ۴۹۴، الاجماع حجۃ قطعا ویفید العلم الجازم عند جمیع اہل القبلۃ، اصول امام اجل فخر الاسلام بزودی باب حکم الاجماع فصار الاجماع کآیۃ من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم بہ فیکفر جاحدہ فی الاصل۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۳۵، مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

معلوم ہوا کہ شریعت کے قواعد اور اصول میں سے کسی قاعدہ اور اصل کی تکذیب، تغلیط اور اس کا انکار کفر ہے، اسی طرح اجماع قطعی، متواتر کا انکار بھی کفر ہے اور توہین رسالت پر قتل کی سزا پر چودہ سو سال سے تاہنوز، شرق تا غرب، عرب وعجم کی پوری اُمت کا اجماع قطعی، یقینی ہے۔ لہٰذا اس کی قانون کی تکذیب وانکار کفر ہے۔

(۴) گورنر پنجاب سلمان تاثیر صرف اس قانون کی حجیت کا مکذب اور منکر ہی نہیں تھا، بلکہ وہ اس قانون کی تضحیک، توہین اور تحقیر بھی کرتا تھا اور اس نے اس قانون کے متعلق یہ الفاظ استعمال کیے کہ یہ ''کالا قانون'' اور ''ظالم قانون'' ہے اور جو

پاکستان قائداعظم نے بنایا ہے اس پاکستان میں اس قانون کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی وجہ سے اس نے آسیہ گستاخ کی نہ صرف پوری حمایت اور تائید کی اور دست شفقت رکھا بلکہ اسے مظلومہ قرار دیا اور اس کی اس ساری تگ و دو کا مقصد صرف اور صرف امریکہ اور مغرب کو خوش کرنا اور اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کے قوانین کی بیخ کنی کر کے کفر و طاغوت اور امریکہ کے قانون کو نافذ کرنا اور مغربی تہذیب کو رواج دینا تھا اور جو شریعت کے قانون کی تضحیک، توہین اور تحقیر کرے اور اسے ظالم اور کالا قانون قرار دے اور مغرب کے قانون کو اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون پر ترجیح دے، اس کے متعلق حکم قرآنی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (المائدہ:۵۰)	کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور یقین والی قوم کے لیے اللہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے ○

اور حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما، ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ابغض الناس الی الله ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الاسلام سنة الجاهلیة ۔ ومطلب دم امریٔ بغیر حق لیهریق دمه ۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین قسم کے لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک مبغوض ترین ہیں، (۱) حرم میں الحاد کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو تلاش کرنے والا (۳) ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کو بہائے۔

(صحیح بخاری، کتاب: الدیات، باب: من طلب دم امرئ بغیر حق، رقم الحدیث:۶۸۸۲، دارالکتاب العربی، بیروت)

حافظ عمادالدین ابن کثیر دمشقی ۷۷۴ھ مذکورہ آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

ینکر تعالٰی علٰی من خرج عن حکم اللّٰہ المحکم المشتمل علٰی کل خیر، الناھی عن کل شر، وعدل اِلٰی ما سواہ من الآراء والاھواء والاصطلاحات، الشر وضعھا الرجال بلا مستند من شریعۃ اللّٰہ، کما کان اھل الجاھلیۃ یحکمون بہ من الضلالات والجھالات، مما یضعونھا بآرائھم واھوائھم، وکما یحکم بہ التتار من السیاسات الملکیۃ الماخوذۃ عن ملکھم جنکز خان، الذی وضع لھم "الیاسق" وھو عبارۃ عن کتاب مجموع من احکام قد اقتبسھا من شرائع شتّٰی، ومن الیھودیۃ والنصرانیۃ والملۃ الاسلامیۃ

(اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے ہر اس کا انکار کیا جو اللہ جل مجدہ کے حکم سے نکل گیا وہ اللہ عزوجل کا حکم جو ہر خیر پر مشتمل ہے اور ہر بُرائی اور شر سے منع کرنے والا ہے اور اس پر بھی انکار فرمایا جس نے اس کے حکم سے عدول کیا۔ آراء، خواہشات اور اصطلاحات کی طرف جن کو لوگوں نے اللہ کی شریعت سے استناد کے بغیر وضع کیا۔ جیسا کہ تاتاریوں نے فیصلے کیے، وہ فیصلے جو ان کے بادشاہ چنگیز خان سے ماخوذ تھے۔ جس نے ان کے لیے ایک کتاب وضع کی جو ایسے احکام کا مجموعہ تھی جس میں مختلف شریعتوں کے اقتباسات تھے، یہود و نصاریٰ کے اور ملت اسلامیہ اور اس کے ماسوا کے۔ اور اس کتاب میں بہت سے ایسے احکام تھے جو محض اس نے اپنی فکر اور خواہش سے اخذ کیے اور اس کے پیروکار اس کتاب کو اللہ عزوجل کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے مقدم کرتے۔ پس ان میں سے جس نے ایسا

وغيرها وفيها كثير من الاحكام اخذها عن مجرد نظره وهواه' فصارت في بنيه شرعا متبعا يقدمونه على الحكم بكتاب اللّٰه وسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فمن فعل ذلك منهم فهو كافر يجب قتاله' حتى يرجع الى حكم اللّٰه ورسوله صلى اللّٰه عليه وسلم' فلا يحكم سواه في قليل ولا كثير .

کیا تو وہ کافر ہے' اس سے قتال واجب ہے یہاں تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرلے اور قلیل وکثیر میں اس کے حکم کے سوا فیصلہ نہ کرے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ۷۴' موسسۃ الریان' بیروت)

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○ (النساء:٦٠)

کیا تم نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو (محبوب) آپ پر اُترا اور اس پر جو آپ سے پہلے اُترا' وہ (منافق) چاہتے ہیں کہ شیطان (یعنی یہودیوں) کو اپنا حَکَم بنائیں حالانکہ ان کو حکم یہ تھا کہ وہ اس کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہت دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے○

اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَO

اور جو اللہ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگ کافر ہیںO

(المائدہ:۴۴)

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَO

اور جو اللہ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیںO

(المائدہ:۴۵)

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَO

اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیںO

(المائدہ:۴۷)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، تین حکم ثابت کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اوّلاً اس کا یہ فعل اللہ رب العزت کے حکم کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ ثانیاً اس کا یہ فعل عدل و انصاف کے خلاف ہے کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہوسکتا ہے وہ تو اللہ عزوجل نے دے دیا، اس لیے جب اس نے اللہ عزوجل کے حکم سے ہٹ کر فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔ تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو دراصل بندگی و اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔ البتہ ان تینوں چیزوں کے مراتب میں فرق ہے، جو شخص حکم

الٰہی کے خلاف (یعنی شریعت کے حکم کے خلاف) اس بناء پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے اور شریعت کے حکم کا استخفاف و استحقار اور تضحیک و توہین کرتا ہے تو وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے اور جو اعتقاداً حکم الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے' وہ اگرچہ خارج از ملت نہیں مگر اپنے ایمان کو کفر' ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے' اور گورنر نے نہ صرف اللہ رب العزت کے حکم کی مخالفت کی بلکہ توہین بھی کی' لہٰذا وہ ان تمام آیات کا مصداق ہے۔

(۴) گورنر کے ان اقوال و افعال پر جب علماء نے حکم کفر لگایا اور اسے توبہ' تجدید ایمان اور ان اقوال و افعال سے رجوع کا کہا تو اس نے جواباً تکبرانہ انداز میں یہ کلمات کہے کہ ''میں ان فتویٰ لگانے والے علماء کو جوتے کی نوک پر بھی نہیں لکھتا''۔ گورنر نے علماء کے حق میں جو کلمات استعمال کیے ہیں' ان میں یقیناً وارثانِ علمِ نبوت کی صریح توہین اور گستاخی ہے اور فقہاء نے علماء کی گستاخی اور اہانت کو کفر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فی الخلاصة من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر' قلت الظاهر انه یکفر.........استخفاف بالعلماء مستلزم لاستخفاف الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام' لان العلماء ورثة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام .	خلاصہ میں ہے کہ جس نے بغیر کسی ظاہری سبب سے عالم سے بغض رکھا تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی' سب علماء کا استخفاف' انبیاء کرام علیہم السلام کے استخفاف کو مستلزم ہے' اس لیے کہ علماء کرام' انبیاءِ عظام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

(شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۲۸۷' فصل: فی العلم والعلماء' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء كفر .	سادات اور علماء کا استخفاف کفر ہے۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر)

حدیث پاک میں ہے:

عن ابی امامة رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة لا يستخف بحقهم الا منافق: ذو الشيبة في الاسلام، وذو العلم، وامام مقسط .	حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کے حق کی تخفیف کرنے والا منافق ہے (ایک روایت میں لفظ ہیں: "بیّن النفاق" کھلا منافق) جو اسلام میں بوڑھا ہوا، عالم، عدل کرنے والا امام۔

(الجامع الصغیر صفحہ ۲۱۴، رقم الحدیث: ۳۵۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۴) گورنر پنجاب کے اس کے علاوہ بہت سے ایسے گھناؤنے کام تھے جن کو ہر خاص و عام جانتا ہے۔ مثلاً وہ عادی شرابی تھا اور عادی شرابی کے متعلق حدیث پاک میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة، منان ولا عاق ولا مدمن خمر .	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، نہ ماں باپ کا نافرمان اور نہ دائمی شراب نوش۔

(سنن نسائی، کتاب: الاشربۃ، باب: الروایۃ فی المدمنین فی الخمر، رقم الحدیث: ۵۶۸۳، دارالفکر، بیروت)

حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مدمن الخمر ان مات لقی اللّٰہ کعابد وثن .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عادی شرابی اگر مرے (یعنی بغیر توبہ کے) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملتا ہے جس حال میں بت پرست ملتا ہے۔

(مسند احمد جلد ۲، رقم الحدیث: ۲۴۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۰۷۰، المعجم الکبیر: ۱۲۴۲۸، حلیۃ الاولیاء جلد ۹ صفحہ ۲۵۳، مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۳۳)

حدیث پاک میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یشرب الخمر حین یشرب وہو مؤمن .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شرابی، شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری، کتاب: المظالم، باب: النہبیٰ بغیر اذن صاحبہٖ، رقم الحدیث: ۲۴۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۵۵۷۸-۶۷۷۲-۶۸۱۰) (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: نقصان الایمان بالمعاصی، رقم الحدیث: ۲۰۲) (سنن ابن ماجہ، کتاب: الفتن، باب: النہی عن النہبۃ، رقم الحدیث: ۳۹۳۶، دار السلام، ریاض) (مسند احمد: ۷۵۲۰-۱۹۶۱۹-۲۵۸۳۰)

سنن نسائی میں ہے:

عن الضحاک قال: من مات مدمنا للخمر نضح فی

ضحاک نے کہا کہ جو عادی شرابی ہونے کی حالت میں مرا تو جب وہ دنیا سے جدا ہوتو

وجھہ بالحمیم حین یفارق الدنیا ۔ اس کے چہرے پر سخت گرم پانی ڈالا جائے گا۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث:۵۶۸۶، دارالفکر)

سلمان تاثیر کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے اپنے باپ کے احوال بیان کرتے ہوئے کہا کہ میرا باپ خنزیر بہت شوق سے کھاتا تھا، نیز ہندو عورتوں سے نکاح بھی کیا ہوا تھا اور میرے باپ نے قید خانہ کے دوران قرآن پڑھا اور پڑھ کر کہنے لگا کہ اس قرآن میں العیاذ باللہ تعالیٰ میرے کام کی کوئی چیز نہیں۔ خنزیر اور بت پرست عورتوں سے نکاح کی حرمت قطعی، قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِه ۔ (المائدہ:۳) حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اَوْلَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ۔ (الانعام:۱۴۵) اور خنزیر کا گوشت (تم پر حرام ہے) کیونکہ (خنزیر) نجس (العین) ہے۔

اس رجس اور نجاست کو وہی لوگ پسند کر سکتے ہیں جو خود رجس اور نجس ہے۔ لقولہ تعالیٰ الخبیثات للخبیثین۔

نیز اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ (البقرہ:۲۲۱) اور تم کافر عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اور اس پر پوری اُمت کے علماءِ اعلام، مجتہدین عظام اور مفتیانِ کرام کا اجماع و اتفاق ہے کہ جو خنزیر کو حلال و جائز سمجھ کر کھائے، نیز کافر عورتوں سے نکاح کو حلال سمجھے

تو وہ دائرۂ اسلام وایمان سے خارج ہے۔

مزید برآں اس کا قرآن مجید کے متعلق یہ انداز استحقار و استخفاف ہے کہ اس قرآن میں میرے مطلب کی کوئی چیز نہیں۔ یقینی، قطعی اور صریح کفر ہے جس میں تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اُمت کو ایک رخصت کا ملنا

ابتداء میں رمضان کی راتوں میں عورتوں کے ساتھ مباشرت ممنوع تھی' ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان کی ایک رات میں اپنی ایک بیوی سے مجامعت کر بیٹھے تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ ۔(البقرہ:۱۸۷)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ قال: وکان عمر قد اصاب من النسآء من جاریۃ او من حرۃ بعد ما نام واتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فانزل اللّٰہ عزوجل (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم) الی قولہ: (ثم اتموا الصیام الی الیل) ۔

(مسند احمد جلد۵ صفحہ۲۴۶ رقم الحدیث: ۲۲۱۷۷' المستدرک: ۳۰۸۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (دورانِ رمضان ایک رات) سو کر اُٹھنے کے بعد آزاد عورت یا لونڈیوں میں سے اپنی کسی ایک بیوی کے ساتھ شب باشی کی اور پھر حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر یہ بیان بھی کر دیا تو اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیوی کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ کے اس قول تک ''پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو''۔

ایک اور معاملے میں موافقت ربانی

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال: قال عمر یعنی ابن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ وافقت ربی فی اربع نزلت ھذہ الایۃ (ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین) (المؤمنون:۱۲) قلت انا فتبارك اللّٰہ احسن الخالقین فنزلت: (فتبارك اللّٰہ احسن الخالقین) (المؤمنون:۱۴)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار چیزوں میں میرے رب نے میری موافقت میں آیات اُتاریں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) جب یہ آیت مبارکہ: ''اور تحقیق ہم نے انسان کی تخلیق (کی ابتداء) مٹی (کے کیمیائی اجزاء) کے خلاصہ سے فرمائی'' (المؤمنون:۱۲) نازل ہوئی تو میں نے کہا: پس اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو سب سے بہتر خلقت کرنے والا ہے تو یہ اس کی موافقت میں آیت نازل ہوئی: ''فتبارك اللّٰہ احسن الخالقین'' (المؤمنون:۱۴)۔

(تفسیر قرطبی جلد۲ صفحہ۱۱۲' تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ۲۴۲' الدر المنثور جلد۶ صفحہ۹۴' وقال السیوطی: اخرجہ الطیالسی وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر)

بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر کی رائے اور تائید ربانی

بدر کے قیدیوں کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دو آراء تھیں۔ ایک رائے یہ تھی کہ اُن سے فدیہ لیا جائے اور دوسری رائے یہ تھی کہ اُن کو قتل کر دیا جائے۔ پہلی رائے کے سرخیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری رائے کے سرخیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ رب العزت نے اس معاملے میں قرآن مجید' فرقانِ حمید کی آیات نازل فرما کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید

فرمائی۔اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

قال ابن عباس رضی اللہ عنهما: فلما اسرو الاساری' قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لابی بکر و عمر ما ترون فی هؤلاء الاساری؟ فقال ابو بکر: یا نبی اللہ' هم بنو العم' والعشیرة' اری ان تاخذ منهم فدیة' فتکون لنا قوة علی الکفار' فعسی اللہ ان یهدیهم للاسلام' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ما تری یا ابن الخطاب؟ قلت: لا' واللہ' یا رسول اللہ' ما اری الذی رای ابو بکر' ولکنی اری ان تمکنا فنضرب اعناقهم' فتمکن علیا من عقیل' فیضرب عنقه' وتمکنی من فلان۔ نسیبا لعمر فاضرب عنقه' فان هولاء ائمة الکفر' وصنادیدها' فهوی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ان (بدر کے) قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت ابوبکر نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے عم زاد ہیں اور آپ کے قبیلہ کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ اُن سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی' اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت عطا فرما دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! خدا کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے' میری رائے یہ ہے کہ ہم ان پر قدرت پا کر ان کی گردنیں اُڑا دیں۔علی' عقیل کی گردن اُڑا دیں اور میں فلاں (حضرت عمر کا قریبی) کی گردن اُڑا دوں' کیونکہ یہ کفار کے ائمہ اور صنادید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا میلان حضرت ابوبکر

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما قال ابو بکر، ولم یھو ما قلت، فلما کان من الغد، جئت فاذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابو بکر، قاعدین یبکیان، قلت: یا رسول اللّٰہ، اخبرنی من ای شیء تبکی انت وصاحبك، فان وجدت بکاء بکیت وان لم اجد بکاء تباکیت لبکائکما، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ابکی للذی عرض علی اصحابك من اخذھم الفداء، لقد عرض علی عذابھم ادنٰی من ھذہ الشجرۃ ۔ وانزل اللّٰہ عزوجل: ما کان لنبی ان یکون لہ اسرٰی حتی یثخن فی الارض) الٰی قولہ: (فکلوا مما غنمتم حلٰلا طیبا) (الانفال:٦٧۔٦٩) فاحل اللّٰہ عزوجل الغنیمۃ لھم ۔

رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف نہ ہوا۔ (حضرت عمر کا بیان ہے:) دوسرے دن جب میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر بیٹھے رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ اگر مجھے ازخود رونا آ گیا تو میں روؤں گا ورنہ میں کوشش کر کے روؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اصحاب نے فدیہ کی رائے دی تھی، تحقیق مجھ پر ان کا عذاب اس درخت سے بھی قریب پیش کیا گیا، میں اس وجہ سے رو رہا ہوں، اور اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی یہ آیت نازل کی: ''کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ قیدی بنائے حتیٰ کہ وہ زمین میں کافروں کا اچھی طرح خون بہائے...... الیٰ قولہ...... پس تم غنیمت کو حلال اور پاکیزہ سمجھ کو کھاؤ'' (الانفال:٦٩۔٦٧)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غنیمت کو حلال فرما دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب: الجہاد والسیر، باب: الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، رقم الحدیث: ۴۵۸۸، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن ابوداؤد، کتاب: الجہاد، باب: فی فداء الاسیر بالمال، رقم الحدیث: ۲۶۹۰، دارالسلام، ریاض) (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۶-۳۱۲)

مذکورہ حدیث سے نکات کا استنباط

(۱) اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مہمات اور معاملات میں حضراتِ شیخین سے مشورہ طلب فرماتے اور حضرت صدیق و فاروق، حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص مشیر تھے اور مشورہ عموماً اس سے لیا جاتا ہے جو خاص مقرب اور محرمِ راز ہو اور جس کی امانت، دیانت، فہم و بصیرت پر اعتماد و وثوق ہو۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حامل وحی ہو کر اپنے ان ساتھیوں سے مشورہ لینا، ان کی عظمت اور فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے، اور اس کی وجہ خود حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من نبی الا لہ وزیران من اھل السمآء، ووزیران من اھل الارض، فاما وزیرای من اھل السمآء فجبریل ومیکائیل، واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر و عمر۔	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان میں ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین میں۔ پس بہرحال میرے آسمان والوں میں دو وزیر جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور میرے زمین والوں میں دو وزیر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:

۳۶۸۰' دارالمعرفہ' بیروت)

(۲) بارگاہِ مصطفیٰ کریم ﷺ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منزلت' وجاہت اور مرتبہ و مقام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے حضرت صدیق اکبر سے مشورہ طلب فرمایا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ کہ ہر ایک اپنے رشتہ دار کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرے' آپ کے محکم ایمان اور کفر سے شدید نفرت' عداوت اور بغض کی قوی دلیل و برہان ہے۔ اس لیے کہ اپنے رشتہ داروں اور قریبیوں کو اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کرنے کا مشورہ وہی دے سکتا ہے کہ جس کے نزدیک نسبت ایمان و اسلام ہر چیز سے حتیٰ کہ قرابت داری سے بھی مقدم ہو اور ایمان اس کے دل میں درجہ رسوخ و استحکام تک پہنچ چکا ہو' یہ تو رشتہ دار تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو نسبت ایمان اور محبتِ رسول ﷺ میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنی لختِ جگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اگر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے حفصہ کا سر قلم کرنے کا حکم دیں تو خدا کی قسم! میں بلا تامل و بلا تردد حفصہ کا سر خود اپنے ہاتھ سے اُڑا دوں گا۔ حدیث کے لفظ ملاحظہ فرمائیں!

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

قال عمر رضی الله عنه'	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
والله لئن امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم بضرب عنقها لاضربن عنقها .	اللہ عزوجل کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے حفصہ کی گردن اُڑانے کا حکم دیں تو میں ضرور اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

(صحیح مسلم' کتاب: الطلاق' باب: فی الایلاء' رقم الحدیث: ۳۶۹۱' دارالکتاب العربی' بیروت)

(مسند ابویعلیٰ' جلد اوّل صفحہ ۶۳' رقم الحدیث: ۱۶۴' دار الفکر' بیروت)

اپنی صلبی بیٹی کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ فرمانا حضرت عمر کے رسوخ فی الدین اور کامل الایمان ہونے کی بیّن دلیل ہے اور اس طرح کا جملہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے دل میں اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدر و منزلت اور محبت و عقیدت ہر شے سے حتیٰ کہ اپنی اولاد سے بھی فزوں تر ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قلب و باطن میں ایمان کس قدر راسخ ہے' اس کا اندازہ اس حدیث سے لگا سکتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم' بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون علی وعلیھم قمص منھا ما یبلغ الثدی ومنھا ما یبلغ دون ذلك وعرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا: ماذا اولت ذلك؟ یا رسول اللّٰہ قال: الدین ۔ متفق علیہ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے دیکھا کہ مجھ پر کچھ لوگ پیش کیے جا رہے ہیں' اس حال میں کہ انہوں نے قمیص پہنی ہوئی ہیں' بعض کی قمیص سینے تک تھیں اور بعض لوگوں کی اس سے بھی کم' اور میرے سامنے عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا' ان پر ایک (اتنی بڑی) قمیص تھی جسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان' باب: تفاضل اہل الایمان فی الاعمال' رقم الحدیث: ۲۳' وفی کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: مناقب عمر' رقم الحدیث: ۳۴۸۸) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ'

باب: من فضائل عمر' رقم الحدیث:۳۶۹۰) (سنن الترمذی' کتاب: الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ' رقم الحدیث: ۲۲۸۵) (سنن النسائی' کتاب: الایمان والشرائع' باب: زیادۃ الایمان' رقم الحدیث:۵۰۳) (سنن الدارمی' جلد۲ صفحہ ۱۷۰' رقم الحدیث:۲۱۵۱)

(۴) محبت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کے رنگ میں ڈھل جائے۔ محبوب کی خوشی پر محب بھی شاداں وفرحاں ہو جائے اور محبوب کے غم' گریہ وبکا پر محب بھی غمگین اور گریہ وبکا کرے۔ یہ حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت پر دلیل ہے کہ جب آپ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روتے دیکھا تو سبب پوچھتے ہوئے عرض کی کہ میں بھی روؤں گا ورنہ رونے کی کوشش کروں گا۔ سچ ہے کہ محبّ' اپنے محبوب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

(۵) علماء نے الانفال کی آیت کریمہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں نے جو فدیہ لیا تھا' اس کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق تھے کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے کی ممانعت نہیں کی گئی تھی' پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب اور باعث کیسے ہو سکتا تھا' بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت لینا حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب مسلمانوں نے بلا اجازت کافروں کا مالِ غنیمت لوٹ لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه' عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لم تحل الغنائم لاحد سود الرؤوس من قبلکم'	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مالِ غنیمت حلال نہیں کیا گیا' آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی

كانت تنزل نار من السمآء فتاكلها ۔ قال سليمان الاعمش فمن يقول هذا الا ابوهريرة الآن' فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم' فانزل اللّٰه تعالىٰ: (لو لا كتاب من اللّٰـه سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم) .

اور مالِ غنیمت کو کھا جاتی۔ سلیمان اعمش نے کہا کہ اس بات کو اب ابو ہریرہ کے سوا کون بیان کر سکتا ہے اور جب جنگ بدر ہوئی تو مالِ غنیمت کی حلت کے حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ''اگر پہلے سے (معافی کا حکم یا حلت غنیمت) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے جو مال لیا تھا' اس کی وجہ سے ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا''۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: ومن سورۃ الانفال' رقم الحدیث: ۳۰۸۵' دار المعرفۃ بیروت) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۸۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۰۰' المنتقی: ۱۰۷۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۸۰۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۳۳۷' التمہید لابن عبد البر جلد ۶ صفحہ ۴۵۲' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۹۱۔۲۹۰)

موافقت وحی کے متعلق تین عدد مزید روایات

☆ جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے تہمت لگائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سبحانك هذا بهتان عظيم'' پھر انہیں لفظوں سے یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبرانی)

☆ ایک اسرائیلی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم پر وحی کون لاتا ہے؟ فرمایا: جبریل' کہا: وہ تو ہمارا دشمن ہے' آپ نے فرمایا: جو اللہ' فرشتوں' اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے' وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کا دشمن

ہے۔ اس جواب کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۝ (البقرہ:۹۸)

☆ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے ایک شخص نے بغیر اجازت گھر میں داخل ہو کر آپ کو جگا دیا' آپ نے دعا کی: اے اللہ! بلا اجازت گھروں میں داخلہ کو حرام قرار فرما دے! تو یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ (النور:۲۷)

اے ایمان والو! بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو' جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔

(تاریخ الخلفاء' امام سیوطی)

ان دلائل و شواہد سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موفق' ملہم' مفہم اور محدث خیر اُمم تھے۔ آپ کی زبان وحی و سکینہ کی ترجمان تھی اور جب بھی آپ کی زبان پر کوئی کلمہ آیا' وہ عین حق و صواب تھا اور آپ کی فکر و رائے' وحی کے موافق اور کلامِ الٰہی کے مطابق تھی۔

حضور اقدس علیہ السلام نے حضرت عمر کو اصابت رائے کی دعا دی

ایک آدمی نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز پڑھی' جونہی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام پھیرا تو اس نے کھڑے ہو کر دوگانہ پڑھنے شروع کر دیئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کے کندھوں سے پکڑ کر اسے بٹھا دیا۔

اجلس فانه لم يهلك اهل

بیٹھ جا! کیونکہ اہل کتاب اسی لیے ہلاک

الکتاب الا انھم لم یکن بین صلواتھم فصل ۔	ہوئے کہ وہ اپنی نمازوں کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چشمانِ اقدس اُٹھائیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس دعائے دلنواز سے نوازا:

اصاب اللّٰہ بك یا ابن الخطاب ۔	اے ابن خطاب! اللہ (عزوجل) تمہیں تمہاری صوابدید اور اصابت رائے پر مستقیم اور ثابت رکھے۔

(سنن ابوداوٗد کتاب: الصلوٰۃ باب: فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ رقم الحدیث:۱۰۰۷ دارالسلام ریاض)

نطق نبت سے حضرت عمر کے لیے بشاراتِ جنت

حضرت عمر وہ خوش نصیب اور بیدار بخت شخصیت ہیں کہ جنہیں حضور اقدس علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے ایک بار نہیں بلکہ متعدد مجالس میں متعدد بار جنت کی بشارت ملی اور زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے کسی کے لیے جنت کی بشارت کا صدور یقیناً اللہ رب العزت کی وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جہنمی کہے وہ نہ صرف یہ کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تردید' تکذیب اور تغلیط کر رہا ہے بلکہ اس واسطہ سے اللہ رب العزت کی بھی تکذیب کر رہا ہے۔ زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے نکلا ہوا ہر حرف حق' سچ' یقینی' قطعی اور عین صواب ہے جس کی حقانیت اور صداقت میں' تذبذب اور تشویش صرف اسی کو لاحق ہو سکتی ہے جس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی اس شان کو بیان فرمایا: ''وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی '' اور میرا محبوب اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا' وہ نہیں مگر اس وحی سے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ نیز حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اس

شان کو بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق.

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میرے دہن اقدس سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشاراتِ جنت ملاحظہ فرمائیں!

(۱) عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: عشرۃ فی الجنۃ' ابوبکر فی الجنۃ' وعمر فی الجنۃ' وعثمان و علی......الحدیث.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس آدمی جنتی ہیں: ابوبکر جنتی ہے' عمر جنتی ہے' عثمان اور علی جنتی ہیں......الیٰ آخر الحدیث۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب عن رسول اللہ ﷺ' باب: مناقب سعید بن زید' رقم الحدیث: ۳۷۵۷' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن نسائی کبریٰ' رقم الحدیث: ۸۱۹۰' المستدرک: ۵۸۹۸)

(۲) عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ انہ قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحراء فقال: اثبت حراء فانہ لیس علیك الا نبی او صدیق او شہید قیل ومن ہم؟ قال:

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جبل حراء پر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا! کیونکہ تجھ پر نبی' صدیق اور شہید ہی تو ہیں۔ پوچھا گیا: وہ کون تھے؟ فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر و سعد و عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللّٰہ عنہم قیل فمن العاشر قال: انا ۔

عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ پوچھا گیا: دسواں کون تھا؟ فرمایا: میں تھا۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب عن رسول اللّٰہ ﷺ، باب: مناقب سعید بن زید، رقم الحدیث: ۳۷۵۷)(سنن نسائی رقم الحدیث: ۸۱۹۰، المستدرک: ۵۸۹۸)

(۳) عن قتادہ: ان انس بن مالك رضی اللّٰہ عنہ حدثهم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صعد احدا وابو بکر و عمر و عثمان فرجف بهم فقال: اثبت احد، فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان ۔

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی مکرم ﷺ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ حرکت میں آ گیا، حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اُحد ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں (اور شہید نص قرآن سے جنتی ہے)۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: ۳۴، رقم الحدیث: ۳۶۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت)(صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۶۸۶۔۳۶۹۹)(سنن ابوداؤد، کتاب: السنۃ، باب: فی الخلفاء، رقم الحدیث: ۴۶۵۱، دارالسلام، ریاض)(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: فی مناقب عثمان بن عفان، رقم الحدیث: ۳۶۹۷، دارالمعرفۃ، بیروت)(مسند احمد: ۲۳۴۵۷)

(۴) عن ابی هریرۃ رضی اللّٰہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عنه قال: بينا نحن عند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذ قال: بينا انا نائم رايتني في الجنة فاذا امراة تتوضا الى جانب قصر فقلت: لمن هذا القصر؟ قالوا: لعمر فذكرت غيرته فوليت مدبرًا فبكى عمر وقال: اعليك اغار يا رسول اللّٰه؟ متفق عليه۔

ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خود کو جنت میں پایا' وہاں میں نے ایک محل کے کونے میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا' میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا: عمر فاروق کا (میں نے اندر جانے کا ارادہ کیا)' پس مجھے عمر فاروق کی غیرت یاد آ گئی۔ اس لیے میں اُلٹے پاؤں لوٹ آیا' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث: ۳۴۷۷' وفی کتاب: بدء الخلق' باب: ما جاء فی صفۃ الجنۃ' رقم الحدیث: ۳۰۷۰' وفی کتاب: النکاح' باب: الغیرۃ' رقم الحدیث: ۴۹۲۹) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل عمر' رقم الحدیث: ۲۳۹۵) (سنن نسائی الکبریٰ: ۸۱۲۹' صحیح ابن حبان: ۶۸۸۸)

(۵) عن ابى بن كعب رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اوّل من يصافحه الحق عمر رضى اللّٰه عنه واوّل من يسلم عليه واوّل من ياخذ بيده فيدخله الجنة۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ فرمائے گا وہ عمر ہے اور سب سے پہلے جس شخص پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں

داخل فرمائے گا وہ بھی عمر ہے۔

(سنن ابن ماجہ مقدمہ باب: فضل عمر رقم الحدیث:۱۰۴ دارالسلام ریاض) (المستدرک رقم الحدیث:۴۴۸۹ المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث:۵۵۸۴ مسند الفردوس جلد ۱ صفحہ ۲۵ رقم الحدیث: ۲۶)

(۶) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صحابه ذات يوم: من شهد منكم اليوم جنازة؟ قال عمر: انا قال من عاد منكم مريضا؟ قال عمر: انا قال: من تصدق؟ قال عمر: انا قال: من اصبح صائما؟ قال عمر: انا قال: وجبت، وجبت.

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ رقم الحدیث: ۱۲۲۰۲ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ رقم الحدیث:۱۰۸۴۴ مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں، آپ ﷺ نے فرمایا: (عمر کے لیے جنت) واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔

(۷) عن ابی موسٰی رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط فجاء رجل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کی حفاظت پر مامور فرمایا، پس ایک آدمی نے آ کر اندر آنے

يستاذن فقال: ائذن له وبشره بالجنة فاذا ابو بكر رضی الله عنه ثم جاء آخر يستاذن فقال: ائذن له وبشره بالجنة فاذا عمر رضی اللّٰه عنه ثم جاء آخر يستاذن فسكت هنيهة ثم قال: ائذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه . فاذا عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنه .

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۳۳۹۲، دارالکتاب العربی، بیروت)

کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو، دیکھا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر دوسرے شخص نے آ کر اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بھی اجازت دو اور جنت کی بشارت دے دو، دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: اسے بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو، ان مصائب و مشکلات کے ساتھ جو انہیں پہنچیں گی، دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

(۸) عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ان اهل الدرجات العلىٰ ليراهم من تحتهم كما يرى الكوكب الدری فی الافق من آفاق السمآء، وان ابا بكر و عمر منهم وانعما .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں جو بلند درجات والے ہیں ان کو نچلے درجات والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح آسمان کے کناروں میں سے کسی کنارے پر روشن ستارے کو دیکھا جاتا ہے اور ان بلند درجات والوں میں ابوبکر و عمر بھی ہوں گے اور وہ بہت زیادہ نعمتوں میں ہوں گے۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب ابی بکر وعمر' رقم الحدیث: ۳۶۵۸' بیروت)
(سنن ابوداؤد' کتاب: الحروف' باب الاوّل' رقم الحدیث: ۳۹۸۷' دارالسلام' ریاض) (المعجم الصغیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۰' المعجم الاوسط جلد ۳ صفحہ ۳۳۰' المعجم الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۵۱۱۔ ۱۲۰۰۸۔ ۱۲۲۶۲۔ ۱۲۲۰۴' اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۴۴۳' دار الکتاب العربی' بیروت)

(۹) عن علی ابن ابی طالب' قال: کنت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم' فاقبل ابو بکر و عمر فقال لی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا علی' ھذان سیدا کھول اھل الجنة من الاوّلین والآخرین الا النبیین والمرسلین ۔ ثم قال لی: یا علی لا تخبرھما ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ سامنے سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا کہ یہ دونوں نبیوں اور رسولوں کے بعد اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہوں گے۔ (حضرت علی فرماتے ہیں:) پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: اے علی! ان دونوں کو خبر نہ دینا۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب ابی بکر وعمر' رقم الحدیث: ۳۶۶۶' دار المعرفۃ' بیروت) (مسند احمد رقم الحدیث: ۶۱۲' اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں چند آیات

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لا ۔ (الانعام: ۵۴)

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں: تم پر سلام ہو! تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تائید میں جتنی قرآن کی آیات نازل ہوئیں (جن میں سے چند ایک کا ذکر سابقہ صفحات میں ہوا) وہ آیات دراصل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت' فضیلت اور عند اللہ وجاہت' منزلت اور عزت پر دلیل ہیں۔ لیکن ان آیات میں صرف آپ کی رائے کی تائید تھی اور مذکورہ آیت میں آپ کی شخصی اور ذاتی فضیلت کو بیان کیا ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت کریمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نازل ہوئی۔ ان میں سے چند مفسرین کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن جوزی (زادالمسیر جلد۳ صفحہ ۴۹۔۴۸' مکتب اسلامی' بیروت) امام فخر رازی (تفسیر کبیر جلد۵ صفحہ ۴' دارالفکر بیروت) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (تفسیر القرطبی جلد۶ صفحہ ۳۹۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ) حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۸۱۶' مؤسسۃ الریان' بیروت) قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۱۴۳ھ (تفسیر مظہری جلد۲ صفحہ ۴۵۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ) امام بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ (تفسیر معالم التنزیل جلد۲ صفحہ ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت) علامہ جار اللہ محمد بن عمر الزمخشری الخوارزمی متوفی ۵۳۸ھ (تفسیر الکشاف صفحہ ۳۳۰' دارالمعرفہ' بیروت)

اس آیتِ کریمہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایمان میں مخلص تھے اور آپ کا ایمان اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں مقبول تھا' جس پر دلیل "یؤمنون بایاتنا" کا جملہ ہے۔ اگر آپ کے دل میں کسی قسم کا نفاق' کجی' مفاد پرستی یا لالچ ہوتا تو وہ اللہ رب العزت سے یقیناً نہ چھپ سکتا۔ سو جب علیم بذات الصدور نے آپ کے ایمان پر مہر تصدیق لگا دی تو کسی کی کیا مجال کہ آپ کے مخلص مؤمن ہونے میں شک کرے۔

(۲) اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمر کے آنے پر آپ کو سلام کریں۔ اس میں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت' فضیلت' عزت افزائی اور دلجوئی ہے وہ کسی بھی صاحب عقل وخرد سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

(۳) سلام کا یہ جملہ دعا کو متضمن ہے اور اس دعا میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے اور سلامتی کی یہ دعا دنیا' قبر و برزخ اور آخرت کے ہر ہر لحہ کو محیط ہے' سو جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے سلامتی کی دعا مانگی اور مانگی بھی اللہ جل مجدہ کے حکم سے تو اس کی قبولیت اور استجابت میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؟ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا' قبر و برزخ اور آخرت کے جمیع مراحل میں سالم اور محفوظ ہیں اور دنیا و آخرت میں سلامتی آپ پر سایہ فگن ہے۔

(۴) ''کتب ربکم علٰی نفسه الرحمة'' تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ اللہ رب العزت پر بندوں کی طرف سے کچھ لازم نہیں' وہ چاہے کسی کو عذاب دے' چاہے کسی پر رحمت کرے' لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہیں کہ اللہ رب العزت نے آپ پر رحمت کرنا اپنے ذمۂ کرم سے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔

(۵) اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت کی اضافت اور نسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف فرمائی اور آپ کو جمع کی ضمیر ''کـــم'' سے مخاطب فرمایا' جس کا مقصود آپ کو معظم' مکرم اور مشرف بنانا تھا ورنہ اللہ جل مجدہ رب تو ساری کائنات کا ہے' کس قدر عزت افزائی ہے کہ اللہ رب العزت جمیع موجودات ومخلوقات کا رب ہونے کے باوجود فرمائے: ''عمر کا رب''۔

(۲) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ	اور کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنا دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے۔

(الانعام:۱۲۲)

اس آیت کریمہ میں مردہ ہونے سے مراد کافر ہونا ہے اور ''فاحیینہ'' سے مراد اس کا مسلمان ہونا ہے اور ''نور'' سے مراد نور بصیرت' فکر صائب اور ملہم وموفق ہونا ہے۔ جس کے فیض سے اُمت محمدی ﷺ تا قیامت مستفیض ومستفید ہوتی رہے گی۔ اور اس ذات سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ درج ذیل مفسرین نے اس آیت کریمہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات مراد لی ہے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ (تفسیر ابن ابی حاتم جلد۴ صفحہ۱۳۸۱' مکتبہ نزارِ مصطفیٰ)' امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ (تفسیر طبری جلد۵ صفحہ۳۳۲-۳۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت) امام ابن جریر کے الفاظ یہ ہیں:

عن الضحاك في قوله تعالٰى: او من كان ميتا فاحييناه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس' قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه كمن مثله في الظلمات' قال: ابوجهل بن هشام .

مزید ان مفسرین نے نقل کیا:

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (تفسیر القرطبی جلد۷ صفحہ۷۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)' امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۴ھ (تفسیر الکبیر جلد۵ صفحہ۱۵۰' دارالفکر' بیروت)' حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ۸۵۷' مؤسسۃ الریان' بیروت)'

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ (تفسیر المظہری، جلد۲ صفحہ۴۹۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)،
علامہ صاوی (تفسیر صاوی جلد۲ صفحہ۶۲۴، دارالفکر، بیروت)

(۳) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ○ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ○ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○ (الاحزاب:۶۰ تا ۶۲)

اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے، تو ہم آپ کو مسلط کر دیں گے ان پر، پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر چند روز ○ وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہو گی، جہاں پائے جائیں گے پکڑ لیے جائیں گے اور ان کو اچھی طرح قتل کر دیا جائے گا ○ یہ اللہ کی سنت ان کے متعلق بھی یہی تھی جو پہلے گزر چکے اور تو اللہ کی سنت میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہیں پائے گا ○

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے سابقہ اقوام اور اُمم ماضیہ کے متعلق اپنی ایک ایسی سنت بیان کی ہے جس میں ترمیم، تنسیخ اور تبدیلی کی گنجائش نہیں اور وہ یہ ہے کہ کفار و منافقین میں سے جو کوئی اپنے کفر اور اپنے نفاق کی روش پر مستقر اور برقرار رہے گا اور دین کے استیصال اور بیخ کنی کی فکر میں رہے گا، اسے چند سزائیں ملیں گی۔

ایک تو یہ کہ وہ لعنتی ہو گا، دوسری یہ کہ وہ مباح الدم ہو گا، جہاں ملے گا اسے قتل کر دیا جائے گا اور تیسری سزا منافقین مدینہ کے لیے یہ تجویز فرمائی کہ وہ میرے محبوب ﷺ کے قرب میں اور دیارِ مقدس میں زیادہ دیر نہیں رہ سکیں گے بلکہ کچھ ہی عرصے کے بعد ان

کو نکال دیا جائے گا۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہر مدینہ کی اس صفت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال: قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینة کالکیر تنفی خبثھا، وینصع طیبھا .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل نکال باہر پھینکتی ہے اور خالص کو باقی رکھتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل المدینۃ، باب: المدینۃ تنفی الخبث، رقم الحدیث: ۱۸۸۳، دارالکتاب العربی، بیروت) (صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۷۲۰۹۔ ۷۲۱۱۔ ۷۲۱۶۔ ۷۳۲۲) (صحیح مسلم، کتاب: الحج، رقم الحدیث: ۱۳۸۳) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۲۰، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰۶، مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۷۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۳۲، مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۱۷۱۴، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۲۴۱، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۲۰۲۳)

۳ ہجری میں غزوۂ اُحد کے موقع پر جب لشکر اسلام میدانِ اُحد کی طرف بڑھ رہا تھا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ۳۰۰، افراد پر مشتمل اپنا ٹولہ لے کر لشکر اسلام سے جدا ہو گیا۔ اس وقت چند مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان منافقین کے سر قلم کر دیں گے۔

اس پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

فَمَالَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ . (النساء:۸۸)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو، حالانکہ اللہ نے ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث ان کو اوندھا کر دیا ہے۔

منافقین کے جہادی قافلہ سے علیحدگی کے بعد جب مجاہدین اسلام کا لشکر خباثت اور گندگی سے پاک ہو گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انھا تنفی الرجال کما تنفی النار خبث الحدید ۔ مدینہ خراب لوگوں کو (ایسے) باہر نکالتا ہے جیسے آگ لوہے کے میل کو پھینک دیتی ہے۔

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل المدینۃ' باب: المدینۃ تنفی الخبث' رقم الحدیث:۱۸۸۴' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الحج' باب: المدینۃ تنفی شرارہا' رقم الحدیث:۳۳۴۳) (سنن الترمذی' کتاب: تفسیر القرآن' باب: ومن سورۃ النساء' رقم الحدیث:۳۰۲۸' دارالمعرفہ) (مسند احمد جلد۲ صفحہ۲۴۷' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۳ صفحہ۲۲۲)

نیز حدیث پاک میں ہے:

انھا طیبة یعنی المدینة وانھا تنفی الخبث کما تنفی النار خبث الفضة ۔ شہر مدینہ طیب ہے اور یہ میل کچیل کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح آگ چاندی کا میل دور کرتی ہے۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' رقم الحدیث:۴۳۱۳) (صحیح مسلم' کتاب: الحج' رقم الحدیث:۱۳۸۴' مسند احمد جلد۵ صفحہ۱۸۴)

قرآن مجید کی یہ آیت: ''ثم لا یجاورونك الا قلیلا'' اور مذکورہ احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو منافق ہیں وہ حضور نبی مکرم ﷺ کے قرب و جوار میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتے' لہٰذا اگر بقول شیعہ صحابہ کرام بالعموم اور خلفائے ثلاثہ بالخصوص منافق تھے یا العیاذ باللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں کجی تھی تو اللہ رب العزت کے اس فرمان کے بموجب وہ زیادہ دیر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب و جوار میں نہ رہ سکتے اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام امتثال امر الٰہی سے ان کو چن چن کر قتل کروا دیتے اور بحکم باری تعالیٰ: ''یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم'' ان سے جہاد کرتے اور ان پر غلظت اور سختی کرتے لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ

کے نزول کے بعد بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت' شفقت' عنایت اور لطف و کرم صحابہ کرام پر بالعموم اور حضراتِ خلفائے ثلاثہ پر بالخصوص نہ صرف یہ کہ باقی رہا بلکہ روز فزوں بڑھتا چلا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد بنے' حضراتِ شیخین حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسر بنے اور خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی لخت جگر' حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے خاوند اور شوہر بنے (اس پر دلائل قاہرہ عنقریب کتب شیعہ سے دیئے جائیں گے) اور آج قبر انور میں حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرب' ہر موافق و مخالف پہ عیاں ہے۔ اور ایسا قرب روئے زمین کے کسی فرد بشر کو میسر نہیں۔ سو اگر یہ حضرات منافق تھے تو قرآن کی آیت کے بموجب ان کو بھی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب و جوار میں ٹھکانہ نہ ملتا۔ ان پر روز فزوں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہات' عنایات' لطف و کرم اور شفقتوں کا بڑھنا اور ان حضرات کا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقرب سے مقرب تر ہوتے جانا' اس امر کی بیّن' قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ یہ حضرات منافق نہیں تھے بلکہ خالص' مخلِص، مخلَص اور وفا کیش مؤمن تھے۔ **فجزاھم اللّٰہ تعالٰی عنا احسن الجزاء!**

(۴) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۬ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل' تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے' سجدے میں گرتے' اللہ کا فضل و رضا چاہتے' ان کی علامت ان کے چہروں میں سے سجدوں

السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا O (الفتح:۲۹)

کے نشان ہیں' یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں' جیسے ایک کھیتی اس نے پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی' پھر دبیز ہوئی' پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں' اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان والے اور اچھے کاموں والے ہیں' بخشش اور بڑے ثواب کاO

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے چند اوصاف وفضائل بیان کیے جن میں پہلا وصف یہ ہے کہ وہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت' رفاقت اور صحبت کے حامل ہیں اور یہ وصف چونکہ باقی تمام اوصاف سے فائق ہے' اس لیے اس کا ذکر سب سے مقدم ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ صحابہ کرام کافروں پر سخت ہیں اور تیسرا وصف یہ ہے کہ مؤمنین پر رحم دل اور نرم ہیں اور یہ دونوں اوصاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان محکم اور کامل الاسلام ہونے پر واضح دلیل ہیں۔ چوتھا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کے طالب' متمنی اور متلاشی ہیں اور یہ وصف صحابہ کرام کے اخلاص' للّٰہیت' بے نفس اور مخلص ہونے پر دلیل قاطع ہے۔ پانچواں وصف اور فضیلت یہ بیان فرمائی کہ جس طرح ان کا ذکر خیر قرآن مجید میں موجود ہے' اسی طرح ان کا تذکرہ توریت وانجیل میں بھی موجود ہے اور یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کس قدر عظمت' عزت' منزلت' علومرتبت اور خداداد وجاہت ہے کہ ان کے اجسادِ عنصری کے منصۂ شہود میں آنے سے قبل ہی ان کا ذکر خیر آفاق میں جاری وساری تھا۔ چھٹا وصف یہ بیان ہوا کہ جب ان کا ذکر خیر ان

کے موجود ہونے سے قبل ہی تھا تو یقیناً وجود میں آنے کے بعد جب انہوں نے دین اسلام کی اشاعت اور فروغ کے لیے' اعلائے کلمۃ اللہ اور شجر دین کی آبیاری کے لیے اپنی فکری' علمی' ذہنی اور جسمانی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں' اپنا مال' کنبہ' وطن' اعزہ و اقارب سب کچھ لٹا کر آفاقِ عالم کے ایوان ہائے کفر و باطل آوازہ حق اور پرچم توحید و رسالت بلند کیا تو یقیناً ان کی عظمت' عزت اور علو مرتبت کو چار چاند لگ گئے جسے دیکھ کر کفار بغض' حسد' کینہ' نفرت اور عداوت میں جلتے ہیں۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آج بھی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھے اور ان کی توہین و تحقیر کرے اور ان کے اخلاص' ایمان' ایقان وعرفان اور ایثار میں شک کرے' اس کا شمار گروہِ کفار سے ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جو بندہ جمیع صحابہ کی تکفیر کرتا ہے (جیسا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے ارتد الناس الا ثلاث) اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو عالمِ مدینہ امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا: وہ کافر ہے۔ اس آدمی نے دلیل مانگی تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ''لیغیظ بھم الکفار''۔

اور ساتویں فضیلت یہ بیان فرمائی کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے صحابہ سے جو کہ صاحبانِ ایمان بھی اور صالح و متقی بھی' ان سے مغفرت کا اور بہت بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' اور یقیناً اللہ رب العزت کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور اس کا خلاف ہونا ناممکن' محال اور ممتنع بالذات ہے۔ اور وعدہ بھی اجر عظیم کا' جس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں پوری دنیا کی متاع کو قلیل فرمایا گیا' سو جب قلیل کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ احاطہ' احصاء اور شمار سے باہر ہے تو اس اجر عظیم کی وسعت کا عالم کیا ہوگا؟

اس آیت کریمہ کا شمول اور عموم تو اگرچہ جمیع صحابہ کرام کے لیے ہے لیکن بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہاں ''والذین معہ'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ ہیں۔

''اشداء علی الکفار'' سے مراد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے۔

''رحماء بینھم'' سے مراد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

''تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوان'' کے مصداق حضرت سیدنا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ رب العزت نے خلفائے راشدین کی ذواتِ قدسیہ میں جس وصف کا غلبہ تھا' اس وصف کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا۔

حضرت عمر کا ''اشدآء علی الکفار'' ہونے کی چند مثالیں

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جس وصف کے ساتھ اللہ رب العزت نے فضیلت بیان فرمائی اور ان میں جس وصف کا غلبہ تھا' وہ یہ ہے: ''اشدآء علی الکفار''۔ اگرچہ باقی سب صحابہ کفار پر سخت تھے لیکن کتب احادیث شاہد ہیں کہ جتنی سختی کفار پر حضرت عمر کی طبیعت اور مزاج میں تھی اور کفار کے لیے جس قدر بغض' عداوت' نفرت اور غلظت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قلب اطہر میں تھی' اتنی کسی اور کے دل میں نہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں جن میں سے کچھ کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہیں: (۱) مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنے والے منافق کو قتل کرنا (۲) بدر کی جنگ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا مشورہ دینا (۳) عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے نمازِ جنازہ میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرکت نہ کرنے کا مشورہ دینا۔ اور چند احادیث یہ ہیں:

(۴) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: بینا النبی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک روز نبی

صلى الله عليه وسلم يقسم ذات يوم قسما فقال ذوالخويصرة رجل من بنى تميم: يا رسول الله! اعدل قال: ويلك من يعدل اذا لم اعدل؟ فقال عمر: ائذن لى فلا ضرب عنقه' قال: لا......الى آخر االحديث (وفى رواية احمد: قال عمر بن الخطاب: يا رسول الله! دعنى اقتل هذا المنافق الخبيث .

مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال (غنیمت) تقسیم فرمارہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص جو بنو تمیم قبیلہ سے تھا' نے کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تُو ہلاک ہو! اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اُڑا دوں؟ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں! (مسند احمد کی روایت میں لفظ ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس خبیث منافق کو قتل کردوں۔

(صحیح بخاری' کتاب: الادب' باب: ماجاء فی قول الرجل ویلک' رقم الحدیث:۵۸۱۱' وفی کتاب: استتابۃ المرتدین والمعانین وقتالہم' باب: من ترک قتال الخوارج' رقم الحدیث:۶۵۳۴) (صحیح مسلم' کتاب: الزکوٰۃ' باب: ذکر الخوارج' رقم الحدیث:۱۰۶۴) (سنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث:۸۵۶۰' مسند احمد رقم الحدیث:۱۱۶۳۹' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۷۴۱' سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۱۷۱' مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۶)

(۵) صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی چند سخت شرطوں کو تسلیم کیا تو مسلمانوں پر یہ بڑا شاق گزرا حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

الیسنا على الحق' وهم

یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ کافر

علی الباطل' الیس قتلانا فی الجنة وقتلاهم فی النار قال بلٰی ۔ | باطل پرنہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ فرمایا: ہاں! عرض کی: پھر ہم دین کے معاملہ میں ان کی کڑی شرائط کو کیوں قبول کر رہے ہیں!

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اضطراب و اہتزاز اس وجہ سے نہ تھا کہ معاذ اللہ انہیں حضور نبی مکرم ﷺ کے فیصلہ کی حقانیت وصداقت پر کوئی تردد تھا بلکہ آپ چونکہ ''اشداء علی الکفار '' کے مصداق اتم تھے' لہٰذا آپ یہ برداشت نہ کر سکے کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود کفار کی سخت شرائط کو تسلیم کریں۔)

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

یا ابن الخطاب' انی رسول اللّٰه' ولن یضیعنی اللّٰه ابدا ۔ | اے ابن خطاب! بے شک میں اللہ جل مجدہ کا رسول ہوں' اور اللہ ذوالمجد والعلیٰ مجھے کبھی بھی ضائع نہیں فرمائے گا۔

(حضرت عمر فاروق کے قلبی اضطراب اور قلق کی کیفیت برقرار رہی) یہاں تک کہ آپ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی سوال کیا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ تو آپ نے بھی بعینہٖ وہی جواب دیا جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا' حدیث کے لفظ ہیں:

یا ابن خطاب! انه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولن یضیعه اللّٰه ابدا ۔ | اے خطاب کے بیٹے! بے شک وہ اللہ جل مجدہٗ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

(صحیح بخاری' کتاب: التفسیر' باب: قوله ان الذین یبایعونک' رقم الحدیث: ۴۸۴۴' دار الکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الجہاد' باب: صلح الحدیبیہ' رقم الحدیث: ۴۶۳۳' دار الکتاب العربی'

بیروت)(مسند احمد رقم الحدیث:۱۶۳۹۸)

(۶) غزوۂ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تو ابوسفیان نے کہا کہ کیا اب مسلمانوں میں محمد (ﷺ) ہیں؟ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے جواب مت دو۔ ابوسفیان نے پوچھا: کیا مسلمانوں میں ابوبکر موجود ہیں؟ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اسے جواب مت دو۔ ابوسفیان نے پوچھا: کیا مسلمانوں میں عمر بن الخطاب موجود ہیں؟ پھر اس نے کہا: بے شک یہ سب قتل ہو گئے اور اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

فلم یملك عمر نفسه، فقال: كذبت یا عدو الله، ابقی الله علیك ما یخزیك .

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (شدتِ غضب سے) برداشت نہ کر سکے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! تُو نے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ نے تیری رسوائی کے لیے ان سب کو باقی رکھا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب: المغازی، باب: غزوۃ اُحد، رقم الحدیث:۴۰۴۳، دارالکتاب العربی، بیروت)

(۷) ایک یہودی نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت حلم کا بیان تورات میں پڑھا، وہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت حلم کو دیکھنا چاہتا تھا، تو اس نے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھجوروں کا سودا کیا اور قیمت پہلے ادا کر دی۔ مقررہ میعاد سے پہلے وہ یہودی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ کر بڑے درشت اور کرخت انداز میں، حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص اور ردا مبارک پکڑ کر کہنے لگا: اے محمد! تم میرا حق مجھے سپرد کیوں نہیں کرتے؟ خدا کی قسم! اے بنوعبدالمطلب! تم جان بوجھ کر تاخیر کرتے ہو؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس یہودی کا یہ انداز دیکھا کہ وہ بارگاہِ نبوت میں کس لہجہ اور رویہ سے گفتگو کر رہا ہے، آپ جلال میں آئے اور اسے کہا:

ای عدو اللّٰہ' اتقول لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مما اسمع فواللّٰہ لو لا ما احاذر فوقہ لضربت بسیفی رأسك' ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینظر الیٰ عمر و تبسم ۔

اے اللہ کے دشمن! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہ کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں' پس اللہ کی قسم! اگر حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سامنے نہ ہوتے اور مجھے بارگاہِ نبوت کا ادب ملحوظِ خاطر نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیرا سر قلم کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جلال' شدت اور کفار پر غیظ و غضب دیکھ کر مسکرا دیئے۔

(المستدرک جلد ۲ صفحہ ۳۲' اتحاف السادۃ المتقین جلد ۷ صفحہ ۹۶' دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۳۳' البدایۃ والنہایۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۸' الشفاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۹' مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸' المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۸۸' مدارج النبوۃ)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ کا قلب اطہر کفار و مشرکین سے نفرت' عداوت اور بغض سے مملو تھا اور کسی کافر کے لیے نرمی کا کوئی گوشہ آپ کے قلب اطہر میں نہیں اور کفار سے نفرت' عداوت' دشمنی اور بغض یقیناً ایمانِ کامل اور رسوخ فی الدین ہونے کی دلیل قاطع ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابی امامۃ رضی اللّٰہ عنہ' عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال: من احب للّٰہ' وابغض للّٰہ' واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ' فقد استکمل الایمان ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی سے محبت کی اللہ کے لیۓ اور بغض رکھا اللہ کے لیۓ اور دیا اللہ کے لیے اور روکا اللہ کے لیۓ پس تحقیق اس کا ایمان کامل ہوگیا۔

(سنن ابوداوٗد، کتاب: السنۃ، باب: الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، رقم الحدیث:۴۶۸۱)
(المستدرک، رقم الحدیث:۲۶۹۴، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۹۰۸۳)

حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس صفت "اشداء علی الکفار" کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

عن انس بن مالك رضی اللّٰه عنه، قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ارحم امتی بامتی ابو بکر، واشدهم فی امر اللّٰه عمر الخ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے: میری اُمت میں سے سب سے زیادہ میری اُمت پر رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور اللہ کے معاملے میں میری اُمت میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: مناقب معاذ بن جبل، رقم الحدیث:۳۷۹۰۔۳۷۹۱، دارالمعرفۃ بیروت) (سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب: فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث:۱۵۴)

آیت استخلاف کا مصداق اتم حضرت عمر ہیں

(۵) اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اللہ نے وعدہ فرمایا تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی اور اس نے جو ان کے لیے دین پسند فرمایا ہے اسے ضرور ان کے لیے مضبوط اور

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (النور:۵۵)	پائیدار کر دے گا اور ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ فاسق ہیںO

یہ آیت کریمہ اگرچہ تمام خلفائے راشدین کی خلافت کی صحت پر قوی دلیل اور برہان ہے لیکن اس آیت کریمہ کا مصداق اتم صرف اور صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ جمیع خلفاء کے اَدوار پر نظر غائر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جس قدر فتوحات' نفاذِ شریعت' نفاذِ عدل و انصاف' رعایا پروری' ترویج دین' فروغ کلمۂ حق اور اشاعت اسلام حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی' اس قدر کسی اور خلیفہ کے دور میں نہیں ہوئی۔ آپ ہی کا زمانہ' وہ میمنت لزوم زمانہ تھا جس میں لاکھوں مربع میل دور تک اسلام کی سرحدیں پھیلیں۔ ایوان ہائے کفر و باطل پر لوائے توحید و رسالت سربلند ہوا' روم و فارس جیسی سپر پاور سلطنتیں سرنگوں ہوئیں اور آپ ہی کی شخصیت وہ شخصیت تھی جن کے نام پر قیصر و کسریٰ لرزہ براندام ہو جاتے' جن کے دور میں ایسا تاریخی بالفعل نفاذ عدل و انصاف ہوا کہ چشم فلک نے کسی اور خلیفہ کے دور میں ایسا نفاذ نہیں دیکھا' اسی لیے تو مخبر صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کی تعریف و تحسین فرمائی۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں!

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہما' ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اریت فی	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں

المنام انی انزع بدلو بکرۃ علی قلیب ۔ فجاء ابو بکر، فنزع ذنوبا او ذنوبین نزعا ضعیفا ۔ واللّٰہ یغفرلہ ۔ ثم جاء عمر بن الخطاب فاستحالت غربا، فلم ار عبقریا یفری فریہ، حتی روی الناس وضربوا بعطن ۔ متفق علیہ ۔ (صحیح بخاری، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: مناقب عمر بن الخطاب، رقم الحدیث:۳۴۷۹)(صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل عمر، رقم الحدیث: ۲۳۹۳) (مسند احمد رقم الحدیث:۴۹۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۰۴۸۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۵۱۴)

سے ڈول کے ذریعے پانی نکال رہا ہوں جس پر چرخی لگی ہوئی ہے، پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے لیکن انہیں کچھ مشکل پیش آ رہی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (اس سے مراد ان کی خلافت کی مشکلات ہیں جو انہوں نے مرتدین، منکرین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے فتنوں کو کچلنے میں اُٹھائیں، ان کا زمانہ خلافت چونکہ انتہائی قلیل اڑھائی سالہ مدت پر مشتمل تھا تو اس کو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضعف کے ساتھ تعبیر فرمایا) ان کے بعد عمر بن الخطاب آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور میں نے کسی بھی جوان مرد کو اس طرح کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ تمام لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور جانوروں کو بھی سیراب کر کے انہیں ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔

امام یحییٰ بن شرف النووی متوفی ٦٧٦ھ فرماتے ہیں:

یہ خواب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت، ان کی حسن سیرت اور لوگوں کے ان سے مستفیع ہونے کی واضح مثال ہے اور یہ کہ ان کے کمالات نبی مکرم ﷺ سے ماخوذ تھے اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور آپ کی صحبت کے آثار میں سے تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو سال اور کچھ ماہ خلیفہ ہوئے اور ذنوبین سے نبی مکرم ﷺ

کی یہی مراد ہے' پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کے زمانے میں اسلام خوب پھیلا اور لوگوں کے لیے آپ کے احکام ایسے متقرر ہوئے کہ اس کی مثل واقع نہ ہوئے تھے۔ اس کو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنویں سے تعبیر فرمایا کیونکہ اس میں پانی ہوتا ہے اور پانی کے ساتھ لوگوں کی حیات اور درستگی وابستہ ہوتی ہے۔ پس حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے امیر (یعنی حضرت عمر کو) ساقی کے ساتھ تشبیہ دی اور حضرت عمر کے پانی پلانے کا مطلب' ان کی مصالح کا قیام اور ان کے معاملات کی تدبیر ہے۔

اور اس میں حضرت عمر کی حضرت ابوبکر پر افضلیت نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر کے ضعف سے مراد ان کے زمانۂ خلافت کا قلیل ہونا ہے لیکن اس کے برعکس لوگوں نے کثرت سے نفع اُٹھایا' حضرت عمر کے دور میں اور اسلام' سلطنت اور مال وغیرہ خوب پھیلے۔ علیٰ ھذا القیاس! (شرح صحیح مسلم جلد ۱۰ صفحہ ۶۲۸۲' مکتبہ نزارِ مصطفیٰ' الریاض)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی تحسین .... مولا علی رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس سے

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد خلف الفتنة واقام السنة ذھب نقی الشوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللّٰہ طاعته واتقاہ بحقه۔	اللہ تعالیٰ ''فلاں'' کے شہروں کو برکت دے' اس نے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا' سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو ختم کر دیا' دنیا سے پاک وصاف لباس اور کم عیب میں رخصت ہوا' خلافت کی نیکی کو حاصل کیا اور اس کے شر سے اجتناب کیا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالایا اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرا جس طرح ڈرنے کا
(نہج البلاغۃ' خطبہ نمبر ۲۲۶' صفحہ ۸۸۷)	

حق تھا۔ مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

یہ روایت اہل تشیع کی قرآن ثانی، معتمد، معتبر اور متداول کتاب ''نہج البلاغہ'' میں موجود ہے۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جملہ میں ''فلان'' سے کون مراد ہے؟ شیخ ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

فلان المكنى عنه عمر بن الخطاب وقد وجدت النسخة التى بخط الرضى ابى الحسن جامع نهج البلاغة وتحت فلان عمر .	لفظ ''فلاں'' حضرت عمر بن الخطاب سے کنایہ ہے' میں نے نہج البلاغہ کا وہ نسخہ دیکھا جو اس کتاب کے جامع رضی ابوالحسن کا لکھا ہوا ہے' اس میں فلاں کے نیچے عمر لکھا ہوا تھا۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۱۲ صفحہ ۳' مطبوعہ ایران)

نہج البلاغۃ کے اردو اور فارسی شیعہ مترجمین نے بھی اس خطبہ سے پہلے ''درباره عمر'' کا عنوان لکھا ہے۔

سید نبی الدین اولیائی نہج البلاغہ کے فارسی ترجمہ میں اس خطبہ کا عنوان لکھتے ہیں:

''درباره عمر ابن الخطاب''۔ (ترجمہ نہج البلاغہ (فارسی) صفحہ ۸۸۸' ایران)

رئیس احمد جعفری' نہج البلاغہ کے اُردو ترجمہ میں اس خطبہ کا عنوان لکھتا ہے:

''درباره عمر''۔ (ترجمہ نہج البلاغہ (اردو) صفحہ ۵۴۱' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

اس ضمن میں یہ روایت بھی قابل توجہ ہے:

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا کہ

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور آپ بے قراری کا اظہار کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ کے ساتھ تسلی دی:

لـم تـجـزع يـا امـيـر	اے امیر المؤمنین! آپ کیوں گھبراتے

المؤمنین؟ فواللّٰہ لقد کان اسلامك عزا وامارتك فتحا ولقد ملات الارض عدلا فقال اتشهد لی یا ابن عباس قال فکانه کره الشهادة فتوقف فقال له علی علیه السلام' قل نعم' وانا معك فقال نعم .

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید' متوفی ٦٥٦ھ' جلد۱۲صفحہ۱۹۲' مطبوعہ ایران)

ہیں؟ بخدا! آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کا غلبہ تھا' آپ کی حکومت مسلمانوں کی فتح تھی اور آپ نے تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دیا' حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس! کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گواہی دینے میں توقف کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: کہو کہ ہاں! اور میں بھی تمہارے ساتھ (عمر کے حق میں) گواہی دیتا ہوں' پھر انہوں نے کہا: ہاں!

فارس کی جنگ کے موقع پر حضرت علی کے کلمات تحسین کتب شیعہ سے

من کلام له علیه السلام لعمر بن الخطاب وقد استشاره فی غزو الفارس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة ولا قلة وهو دین اللّٰه الذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع ونحن علی موعود من اللّٰه واللّٰه منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز

جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا: دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں' یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہِ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا' ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں ہونا لازم تھا' ہم لوگ اس وعدۂ خدا پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے

یجمعه ویضمه فاذا انقطع النظام تفرق الخرز وذهب ثم لم یجتمع بحذا فیره ابدا . والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحا بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت علیك العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ما تدع ورائك من العورات اهم الیك مما بین یدیك . (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۴۶ صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ بیروت)

غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا' بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے' وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے' دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار کا مرتبہ رشتہ مروارید کی مانند ہے جو موتی کے دانوں کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے' اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر اِدھر اُدھر بکھر جائیں گے' پھر اجتماع کامل نصیب نہ ہوگا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا اور آسیائے جنگ کو گروہِ عرب کے ساتھ گردش دے اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر' کیونکہ اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا تو عرب کے تمام قبیلے اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے' اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورات سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شے سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔ (ترجمہ: نیرنگ فصاحت' مصنف: ذاکر حسین ہاشمی' صفحہ 201-200)

قاطع رافضیت' شیخ الحدیث علامہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تحفۂ جعفریہ'' میں اس روایت کے تحت رقم طراز ہیں:

مذکورہ خطبہ سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ' جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص اور قابل اعتماد شخص تھے۔ اسی لیے اس خطبہ کی شرح میں ''ابن میثم'' نے اپنی مشہور ''شرح نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۱۹۵'' پر یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام نے بھی اچھے اچھے مشورے دیئے یہاں تک کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا مشورہ پیش کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی پر عمل نہ کیا بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی اعتماد کرتے ہوئے ''سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ'' کو مسلمانوں کا امیر بنا کر ''جنگ فارس'' کے لیے روانہ کیا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ''لشکر اسلام'' سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ عزوجل کا دین سمجھتے تھے' اس لیے آپ نے اس خطبے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تین القاب سے نوازا ہے: (۱) قیم (۲) نظام (۳) قطب۔ لغت عربی کی مشہور کتاب ''القاموس جلد سوم صفحہ ۹۲'' پر ''قیم الامر'' کا معنی یہ لکھا ہے: ''المصلح له والقرآن والنبی والخلیفة''۔

گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اے خلیفۂ وقت! تم بمنزلہ نظام کے ہو' یعنی ایسی لڑی ہو جس میں موتی پروئے جاتے ہیں اور اس وقت تمام مسلمان اس لڑی کے موتی ہیں جس کی وجہ سے وہ منتشر نہیں۔

تو یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے اور تمام مسلمانوں کا ملجاء (جائے پناہ) بھی سمجھتے تھے' اسی لیے

انہیں لشکر اسلام کی چکی کے قطب کو کہا۔ تو اب حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ' اللہ عزوجل کے لشکر کا قطب کہیں' وہ لشکر تو اسلام کا لشکر ہو' مگر اس کا قطب اور محور معاذ اللہ کافر اور منافق ہو۔

شیعو! خدارا انصاف کرو۔ ''الیس منکم رجل رشید''۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ حضرت فاروق اعظم ایسے خلیفہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے' گویا ''موعود من اللّٰہ'' سمجھتے تھے' اسی لیے آپ نے فرمایا: ''نحن علی موعود من اللّٰہ واللّٰہ منجز وعدہ وناصر جندہ'' ''ہم اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں' فلہٰذا اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ سچا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔

اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ ''موعود من اللّٰہ'' سے یہاں انہوں نے کیا مراد لی؟ آیئے اس کی وضاحت آپ کے ایک مجتہد سے سنئے! ''ابن میثم البحرانی'' لکھتا ہے:

ثم وعدنا بموعود وھو النصر والغلبة والاستخلاف فی الارض کما قال وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الایة ۔ وکل وعد من اللّٰہ فھو منجز لعدم الخلف فی خبرہ ۔

پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا: ''وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور اچھے عمل کیے' البتہ ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں' جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا''۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے والا ہے کیونکہ اس کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم جلد سوم صفحہ ۱۹۶ طبع جدید) (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام مطبوعہ تہران)

ابن میثم البحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں "موعود من اللہ" سے مراد "آیت استخلاف" ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لیے حضرت علی نے حضرت فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائے گا' کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے۔

آیت استخلاف کی تفسیر منہج الصادقین کے حوالہ سے

آیت استخلاف کے تحت "ملا فتح اللہ کاشانی شیعی" لکھتا ہے:

ودر اندك وقتی حق تعالیٰ بوعدہ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب ودیار کسری وبلاد روم بایشاں ارزانی داشت ۔	قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرما دیا' عرب کے جزیرے اور کسریٰ کا شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرما دیئے۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم صفحہ ۳۱۲)

قیصر و کسریٰ کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا

اسے شیعہ سنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دورِ خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں۔ لہٰذا مذکورہ حوالہ "منہج الصادقین" کے مطابق خلفائے راشدین ہی آیت استخلاف کے مصداق بنتے

ہیں اوران فتوحات کا ذکر حدیث پاک میں ہی ہے:

عن البراء بن عازب' قال: امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحضر الخندق' وعرض لنا صخرۃ فی مکان من الخندق لا تاخذ فیھا المعاول' قال: فشکوھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ھبط الی الصخرۃ فاخذ المعول' فقال: بسم اللہ' فضرب ضربۃ فکسر ثلث الحجر' فقال: اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام' واللہ انی لا بصر قصورھا الحمر من مکانی ھذا ۔ ثم قال: بسم اللہ وضرب اخری فکسر ثلث الحجر' فقال: اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لابصر المدائن وابصر قصرھا الابیض من مکانی ھذا ۔ ثم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا اور خندق کھودنے کے دوران ایک پتھر آیا کہ جو ہتھوڑوں سے نہ ٹوٹا' پس صحابہ کرام نے اس بات کی شکایت حضور نبی مکرم ﷺ سے کی تو سرکارِ دوعالم ﷺ تشریف لے آئے اور پتھر کی طرف متوجہ ہو کر اس پر ہتھوڑا مارا اور کہا: ''بسم اللہ!'' پس جب ایک ضرب آپ نے اس پر لگائی تو اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اللہ اکبر'' مجھے شام کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں اپنی اس جگہ سے شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر کہا: ''بسم اللہ!'' اور دوسری ضرب لگائی تو اس کا مزید تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اللہ اکبر!'' مجھے فارس کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں اپنے اس مقام پر کھڑے ہو کر مدائن اور اس کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر کہا: ''بسم اللہ!'' اور ایک اور ضرب لگائی تو بقیہ پتھر

قال: بسم اللہ وضرب ضربة اخرى فقلع بقية الحجر' فقال: اللہ اکبر اعطيت مفاتيح اليمن واللہ انى لابصر ابواب صنعاء من مكانى هذا۔

ٹوٹ گیا' پھر کہا: "اللہ اکبر!" مجھے یمن کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں صنعاء کے دروازوں کو اپنی اس جگہ پر کھڑے ہوکر دیکھ رہا ہوں۔

حدیث مذکور کی تخریج کتب اہل سنت وشیعہ سے

یہ حدیث اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی کتب معتمدہ میں مندرج ہے۔ اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ جات یہ ہیں:

(مسند احمد بن حنبل جلد ۷ صفحہ ۵۷۸' رقم الحدیث: ۱۹۲۰۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۲۶۹' رقم الحدیث: ۸۸۵۸) (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۷۸' رقم الحدیث: ۳۶۸۲۰) (مسند ابویعلیٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۴' رقم الحدیث: ۱۶۸۵' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۹۹' تاریخ بغداد للخطیب البغدادی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱' المواھب اللدنیہ للامام القسطلانی جلد اوّل صفحہ ۲۴۱' مطبوعہ بیروت) (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۰۰۸۰۔۳۱۷۹۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۹۶۶۷' فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۵۰۵)

اور اہل تشیع کی کتابوں کے حوالہ جات یہ ہیں:

(حملہ حیدری مصنفہ مرزا محمد رفیع مشہدی شیعی صفحہ ۹۵' مطبوعہ تہران) (حیات القلوب مصنفہ ملاباقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۱۱۷) (باب سی و پنجم دربیان جنگ خندق مطبوعہ نولکشور) (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جز ۸ صفحہ ۳۴۱' فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ تہران)

نوٹ: فروع کافی میں اس خندق والی حدیث کے حاشیہ پر "علی اکبر غفاری شیعی" یوں تحریر کرتا ہے:

''چٹان والی حدیث'' حدیث متواترات میں سے ہے اور اسے خاص و عام علماء نے مختلف اسناد سے ذکر کیا اور ''براء بن عازب'' کی روایت سے ''شیخ صدوق'' نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا۔

اس روایت میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا: ''اعطیت'' کہ مجھے ان ملکوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ یہ ملک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بشارت پوری ہوئی۔ اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے۔ اسی لیے جو ممالک آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہوئے، انہیں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ سو اگر آپ خلیفۂ برحق نہ ہوتے بلکہ العیاذ باللہ غاصب اور ظالم ہوتے تو اس بشارت کا قطعاً کوئی محل نہ ہوتا۔ کبھی کوئی شخص اپنے مخالف کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ ہمیشہ اپنوں کی فتوحات اور انہیں کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا، اس وعدہ کا خلافت فاروقی میں پورا ہونا، آپ کے خلیفۂ برحق ہونے کی اتنی روشن دلیل ہے کہ کسی حق پسند اور منصف مزاج کو کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

کتب اہل سنت سے حضرت عمر کی حقانیت خلافت پر مزید دلائل

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگرچہ واضح الفاظ میں نام لے کر خلیفہ کا تعین اور تقرر نہیں فرمایا لیکن ایسے قرائن اور اشارات و کنایات فرما دیئے جس سے ہر ذی شعور و ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ اس اُمت میں خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عن ابی سعید الخدری — حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

رضی اللّٰہ عنہ' قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من نبی الاولہ وزیران من اھل السمآء ووزیران من اھل الارض' فما وزیران من اھل السمآء فجبریل ومیکائیل' واما وزیراٰن من اھل الارض' فابوبکر و عمر .

روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں' پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(سنن الترمذی' ابواب المناقب' باب: فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما' رقم الحدیث: ۳۶۸۰' دارالمعرفۃ' بیروت) (المستدرک رقم الحدیث: ۳۰۴۷' تہذیب الاسماء جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)

(۲) عن حذیفہ رضی اللّٰہ عنہ' قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما' رقم الحدیث: ۳۶۶۲-۳۶۶۳' دارالمعرفۃ' بیروت) (سنن ابن ماجۃ' المقدمۃ' باب: فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث: ۹۷' دارالسلام' ریاض) (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۸۸۹)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنھما' ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: اریت فی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں

المنام انی انزع بدلو بکرة علی قلیب ۔ فجاء ابو بکر' فنزع ذنوبا او ذنوبین نزعا ضعیفا ۔ واللّٰه یغفرله ۔ ثم جاء عمر بن الخطاب' فاستحالت غربا' فلم ار عبقریا یفری فریه' حتی روی الناس وضربوا بعطن ۔ متفق علیه ۔

سے ڈول کے ذریعے پانی نکال رہا ہوں جس پر چرخی لگی ہوئی ہے' پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے لیکن نہیں کچھ مشکل پیش آ رہی تھی' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور میں نے کسی بھی جوان مرد کو اس طرح کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا' یہاں تک کہ تمام لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور جانوروں کو بھی سیراب کر کے انہیں ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: مناقب عمر بن الخطاب' رقم الحدیث:۳۴۷۹) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:۲۳۹۳) (مسند احمد رقم الحدیث:۴۹۷۲' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۰۴۸۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۵۱۴)

(۴) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰهٔ علیه وسلم ذات غداة بعد طلوع الشمس فقال رایت قبیل الفجر کانی اعطیت المقالید والموازین فاما المقالید فهذه المفاتیح واما الموازین فهذه التی تزنون بها

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صبح طلوع شمس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے فجر سے کچھ دیر پہلے (خواب میں) دیکھا گویا کہ مجھے مقالید اور موازین دیئے گئے پس بہرحال مقالید تو وہ یہ چابیاں ہیں اور بہرحال موازین تو وہ یہ (ترازو) ہیں جن کے ساتھ تم وزن کرتے ہو' پس مجھے ایک پلڑے

فوضعت فی کفة ووضعت امتی فی کفة فوزنت بهم فرجحت ثم جیء بابی بکر فوزن بهم فوزن ثم جیء بعمر فوزن فوزن ثم جیء بعثمان فوزن بهم ثم رفعت .

میں رکھا گیا اور میری اُمت کو دوسرے پلڑے میں' پھر میرا اُن کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ ہو گیا' پھر ابوبکر کو لایا گیا اور اس کا میری تمام اُمت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ابوبکر کا وزن زیادہ ہوا' پھر عمر کو لایا گیا اور عمر کا وزن کیا گیا تو عمر کا وزن زیادہ ہوا' پھر عثمان کو لایا گیا اور عثمان کا وزن کیا گیا اور پھر ترازو اُٹھالی گئی۔

(مسند احمد (مسند عبداللہ بن عمر) جلد۳ صفحہ۲۶۵' رقم الحدیث:۵۵۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت) (مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۵۲' وقال الہیثمی رجالہ ثقات' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۹۶۰)

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ اس اُمت میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ انور واقدس کے بعد سب سے زیادہ فضیلت' مرتبت اور مقام کی حامل شخصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت صدیق اکبر کے بعد اس پوری اُمت میں سب سے زیادہ برتر اور مرتبہ و مقام کی حامل شخصیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی افضلیت اور برتری کی وجہ سے خلیفہ اوّل باجماع صحابہ و اہل بیت حضرت صدیق اکبر قرار پائے اور خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرار پائے اور حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی ایک بہت قوی دلیل یہ بھی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عموماً اپنے ساتھ اپنے ان دونوں یاروں کا اسی ترتیب سے ذکر فرماتے جو ان کی پوری اُمت پہ افضلیت پر برہان قوی ہے۔

ایمان افروز روایت ملاحظہ فرمائیں!

(۵) عن ابن عباس رضی اللّٰہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

عنهما يقول: وضع عمر ابن الخطاب رضى الله عنهما علىٰ سريره فتكنفه الناس يدعون ويثنون ويصلون عليه قبل ان يرفع وانا فيهم، قال: فلم يرعنى الا برجل قد اخذ بمنكبى من ورائى . فالتفت اليه فاذا هو على رضى الله عنه فترحم على عمر رضى الله عنه وقال: ما خلفت احدا احب الى، ان القى الله بمثل عمله منك . وايم الله، ان كنت لاظن ان يجعلك الله مع صاحبيك وذاك، انى كنت اكثر اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: جئت انا وابو بكر وعمر، ودخلت انا وابو بكر وعمر وخرجت انا وابو بكر وعمر، فان كنت لارجو ان يجعلك الله معهما .

سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے' وہ ان کے حق میں دعا کرتے' تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اُٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر دعا پڑھ رہے تھے' میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا' اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا' میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند ہو' اللہ عزوجل کی قسم! مجھے قوی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں سے مدد دے گا کیونکہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکثرت یہ سنتا تھا: ''میں اور ابوبکر و عمر آئے' میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے' میں اور ابوبکر و عمر نکلے'' اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح آپ کے دونوں رفیقوں کے ساتھ رکھے گا۔

(صحیح بخاری' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:

۳۴۹۲) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل عمر رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:۲۳۸۹) (مسند احمد رقم الحدیث:۸۹۸' المستدرک رقم الحدیث:۴۴۲۷)

(۶) عن ابی هريرة رضی الله عنه' قال: بينما رجل راكب علٰی بقرة التفتت اليه' فقالت لم اخلق لهذا' خلقت للحراثة' قال (عليه الصلوٰة والسلام): امنت به انا وابو بكر وعمر' واخذ الذئب شاة فتبعها الراعی' فقال الذئب: من لها يوم السبع يوم لاراعی لها غيری؟ قال (عليه الصلوٰة والسلام): امنت به انا وابو بكر و عمر' قال ابو سلمه وما هما يومئذ فی القوم ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص گائے کے اوپر سوار تھا تو اس نے مڑ کر اس سوار سے کہا: میں اس لیے پیدا نہیں کی گئی ہوں' میں تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی ایمان لائے۔ (نیز فرمایا:) ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا' تب بھیڑیے نے کہا: درندوں کے دن اس بکری کا کون محافظ ہوگا جس دن اس بکری کا میرے سوا کوئی محافظ نہ ہوگا؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی ایمان لائے۔ حضرت ابوسلمہ نے فرمایا: اس دن دونوں صحابہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں نہیں تھے۔

(صحیح بخاری' کتاب: المزارعۃ' باب: استعمال البقر للحراثۃ' رقم الحدیث:۲۳۲۴' دارالکتاب العربی بیروت) (صحیح بخاری' اطراف الحدیث:۳۴۷۱_۳۶۶۳_۳۶۹۰) (صحیح مسلم' کتاب: فضائل الصحابۃ' باب: من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث:۶۱۳۶' دارالکتاب العربی بیروت)

(سنن الترمذی' کتاب: المناقب' باب: فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما' رقم الحدیث:٣٦٧٧۔ ٣٦٩٥' دار المعرفۃ بیروت) (مسند الحمیدی رقم الحدیث:١٠٥٤' شرح السنۃ رقم الحدیث:٣٨٨٩' سنن کبریٰ رقم الحدیث:٨١١١' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:٦٦٨٥' الادب المفرد رقم الحدیث:٩٠٢' مسند احمد رقم الحدیث:٧٣٥١)

اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ایمان و ایقان پر اس قدر کامل یقین و رسوخ تھا کہ باوجودیکہ وہ مجلس میں نہیں تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دونوں میری اس بات کو سنیں گے تو یقیناً ایمان لائیں گے۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً' اکثر اور غالباً اپنے ذکر کے ساتھ اپنے ان دونوں ساتھیوں کا ذکر فرماتے تھے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کے ناموں کو اپنے ذکر کے ساتھ مقترن رکھنا اس بات پر دلیل ہے کہ مقامِ نبوت کے بعد افضلیت کا مقام حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اسی ترتیب کو برقرار رکھتے اور خلافت میں بھی انہوں نے اسی ترتیب کو برقرار رکھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

(٧) عن محمد بن الحنفیہ قال: قلت لابی: ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' قال: ابوبکر' قلت: ثم من؟ قال: ثم عمر رضی اللہ عنہما.

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) سے پوچھا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ' پھر میں نے

کہا: ان کے بعد کون؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح بخاری کتاب: فضائل اصحاب النبی ﷺ رقم الحدیث:۳۶۷۱) (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب: فی التفضیل رقم الحدیث:۴۶۲۹ دارالسلام)

(۸) عن عبد اللّٰه بن سلمة قال سمعت عليا يقول: خير الناس بعد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ابو بكر و خير الناس بعد ابي بكر، عمر ۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ مقدمہ رقم الحدیث:۱۰۶ دارالسلام ریاض) (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ تاریخ بغداد رقم الحدیث:۳۶۸۶ تہذیب الکمال جلد ۲۱ صفحہ ۳۲۵ الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۱۱۴۹)

(۹) قال سالم بن عبد اللّٰه ان ابن عمر قال: كنا نقول ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حي افضل امة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بعده ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان رضي اللّٰه عنهم اجمعين ۔

حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: ہم حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ میں کہا کرتے تھے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے بعد آپ کی تمام اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر اور پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: فضل ابوبکر بعد النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۶۵۵۔۳۶۹۸، دارالکتاب العربی، بیروت) (سنن ابوداوٗد، کتاب: السنۃ، باب: فی التفضیل، رقم الحدیث: ۴۶۲۸، دارالسلام)

سو جس ترتیب پر اللہ رب العزت نے ان کو مرتبہ اور فضیلت عطا فرمائی، اسی ترتیب پر ان کو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت اور خلافت بھی عطا فرمائی۔ جس پر ماسوائے اہل تشیع کے پوری اُمت کا اجماع و اتفاق ہے۔ آج روضۂ پاک میں تینوں قبریں بھی اسی ترتیب پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی قبر حضور نبی مکرم ﷺ کی ہے اور دوسری قبر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے اور تیسری قبر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہی ترتیب قرآن مجید کی آیت کریمہ سے مستفاد ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''من النبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین''۔

پہلا مرتبہ نبوت کا، دوسرا مرتبہ صداقت کا اور تیسرا مرتبہ شہادت کا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بعد خلافت و نیابت میں صداقت اور پھر شہادت کا مرتبہ عین منشاءِ الٰہی کے مطابق ہے۔

کتب شیعہ سے حضرت عمر فاروق کی خلافت پر دلائل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقانیت اور صداقت اس قدر اظہر من الشمس ہے کہ اس کے دلائل کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں!

(۱) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا ۚ (التحریم:۳)

اور جب نبی (مکرم) نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اہل تشیع کی معتمد اور معتبر کتب تفاسیر ''تفسیر صافی' تفسیر قمی اور تفسیر منہج الصادقین'' میں شانِ نزول یوں لکھا ہے:

نبی پاک ﷺ جس دن سیدہ حفصہ کی باری تھی' ان کے گھر تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں ''ماریہ قبطیہ'' بھی موجود تھیں' اتفاقاً سیدہ حفصہ کسی کام کے لیے باہر گئی ہوئی تھیں تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماریہ قبطیہ سے صحبت فرمائی تو جب سیدہ حفصہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے میرے گھر میں اور پھر میری باری میں ماریہ قبطیہ سے صحبت فرمائی ہے؟ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ حفصہ کی دلجوئی کے لیے فرمایا: ایک تو میں نے ''ماریہ قبطیہ'' کو اپنے اوپر حرام کیا اور آئندہ اس سے کبھی صحبت نہیں کروں گا اور دوسرا میں تجھے ایک راز کی بات کہتا ہوں' اگر تو نے اس راز کی بات کو ظاہر کیا تو تیرے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ٹھیک ہے' لہٰذا آپ فرمائیں کہ وہ راز کی بات کیا ہے؟

فقال ان ابا بکر یلی الخلافة بعدی ثم بعده ابوك فقالت من انباك هذا قال نبانی العليم الخبير . (تفسیر قمی صفحہ ۱۱۶' تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ صفحہ ۳۴۷' تفسیر صافی مصنفہ فیض کاشانی' سورۂ تحریم آیت: یاایہا النبی الخ)

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دینے کے لیے اور آپ کو خوش

کرنے کے لیے اپنے بعد کے خلفاء کے نام بتائے۔ سو اگر حضراتِ شیخین کی خلافت العیاذ باللہ باطل' ظلم اور غصب تھا اور اس پر اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی تھی تو ایک غلط کام کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بشارت اور خوش خبری دینے کا کیا مطلب تھا؟ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت حفصہ کو ان کے والد گرامی کے خلیفہ ہونے کی بشارت دینا' اس بات پر صریح دلیل ہے کہ خلافت کی اس ترتیب پر اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا ہے۔

(۲) نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا' جس میں یہ مضمون تھا:

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموه اماما کان ذلك لله رضی .	مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر' عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی' لہٰذا اب حاضر کے لیے بیعت کرنے میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق ہے' مشورہ دینے کا منصب مہاجرین اور انصار کا ہے' اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا ہے۔

(نہج البلاغہ مکتوب نمبر۶)

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اللہ رب العزت کی مرضی اور پسندیدہ خلافت کا معیار اور کسوٹی حضرات مہاجرین وانصار کے انتخاب کو قرار دیا اور اسی کو دلیل بنا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی خلافت کی حقانیت اور صداقت پر استدلال کیا۔ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو خلیفہ منتخب کرنے والے بھی

حضرات مہاجرین وانصار تھے' سو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قائم کردہ معیار سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات نگاہِ مرتضویٰ میں خلیفہ برحق تھے اور ان کی خلافت عنداللہ مرضی اور خلافت راشدہ تھی۔

(۳) اسی نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور حضرت صدیق اکبر کا خلیفہ برحق ثابت ہونا' حضرت عمر فاروق کی خلافت حقہ پر محکم دلیل ہے کیونکہ خلافت کے لیے حضرت عمر فاروق کا انتخاب' خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

الذليل عندی عزيز حتی اخذ الحق له والقوی عندی ضعيف حتی اخذ الحق منه رضينا عن الله قضاءه وسلمنا لله امره اترانی اكذب علی رسول الله صلی الله عليه وسلم والله لانا اوّل من صدقه منه اكون اوّل من كذب عليه فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بيعتی واذا الميثاق فی عنقی لغيری ۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷' صفحہ ۸۱' مطبوعہ بیروت)

ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے لیے کمزور ہے' یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس سے دلا دوں' ہم اللہ ذوالمجد والعلیٰ کی قضاء پر راضی ہیں اور اللہ کے امر کو اسی کے سپرد کیا۔ تُو سمجھتا ہے کہ میں نبی مکرم ﷺ پر بہتان باندھوں گا' اللہ عزوجل کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلا جھٹلانے والا بنوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غوروفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا' اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر ہے

اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد
بندھا ہوا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک حضرت ابوبکر کی اطاعت اور آپ کی بیعت میں داخل ہونا' اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر تھا' سو اگر حضرت صدیق اکبر یا فاروق اعظم کی خلافت سرے سے ہی غصب' ظلم' ناحق اور باطل تھی اور ان کی خلافت ولایت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کو مستلزم تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی بیعت اور اطاعت کو ترجیح کیوں دی۔ آپ ڈٹ جاتے اور ان سے اپنا وہ حق جو بقول شیعہ: اللہ اور اس کے رسول نے انہیں تفویض کیا تھا وہ وصول کرتے جبکہ آپ خود فرما رہے ہیں کہ قوی اور ضعیف میری نظر میں برابر ہیں' تو تقیہ کا عذر بھی نہیں ہو سکتا۔

نیز آپ کا یہ فرمانا کہ میری گردن میں غیر کا میثاق یعنی عہد بندھا ہوا ہے' جس میں اشارہ تھا کہ یہ وعدہ خود حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کہ وہ ابوبکر کی بیعت کریں گے اور ان کی خلافت کو تسلیم کریں۔ سو صاحبانِ عقل وخرد سے سوال ہے کہ اگر حضراتِ شیخین کی خلافت ظلم اور باطل تھی تو کیا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ظلم کا میثاق اور وعدہ لے سکتے ہیں؟

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے' آپ نے حضرت عمر کو مہمات میں بڑے گراں قدر مشورے دیئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر عمل بھی کیا۔ جیسا کہ روم و فارس کی جنگ کے موقع پر ہوا۔ یہ ایک اور قوی دلیل ہے اس بات پر کہ یہ حضرات باہم شیر وشکر اور ایسے دوسرے کے معتمد تھے اور اس بات پر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ برحق تھے۔

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا' جس میں حضراتِ شیخین کے مقام و مرتبہ کا اعتراف مولا علی نے ان الفاظ کے ساتھ کیا:

فکان افضلهم في الاسلام وانصحهم للّٰه ولرسوله الخليفة وخليفة الخليفة ولعمري ان مكانهما في الاسلام شديد رحمهما اللّٰه وجزاهما باحسن الجزآء الخ ۔ (وفي رواية) استخلف الناس ابا بكر' ثم استخلف ابوبكر عمر واحسنا السيرة وعدلا في الامة ۔ (وفي رواية) كان افضلهم في الاسلام وانصحهم للّٰه ولرسوله الخليفة الصديق وخليفة الخليفة الفاروق ولعمري ان مكانهما في الاسلام لعظيم وان المصائب بهما لجرح في الاسلام شديد يرحمهما اللّٰه وجزاهما باحسن ما عملا ۔	مسلمانوں میں سے سب سے افضل اسلام میں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ خیرخواہ خلیفہ (اوّل) اور پھر ان کے خلیفہ تھے اور مجھے میری زندگی کے رب کی قسم! ان دونوں حضرات کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے' اللہ ان پر رحمت فرمائے اور انہیں بہت اچھی جزا عطا فرمائے! (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:) لوگوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا' پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا' یہ دونوں اچھی سیرت کے مالک تھے اور انہوں نے اُمت میں عدل و انصاف کو فروغ دیا۔ (ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں:) اسلام میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والے اور اللہ ذوالمجد والعلیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیرخواہ خلیفہ (اوّل) ابوبکر ہیں اور ان کے خلیفہ حضرت عمر ہیں اور مجھے اپنی زندگی کے رب کی قسم! ان دونوں کی منزلت اسلام میں بہت عظیم ہے اور ان کی

رحلت سے اسلام میں بہت سے مصائب پیدا
ہو گئے۔ اللہ (عزوجل) ان پر رحم فرمائے اور
ان کے اعمال کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

(واقعہ صفین صفحہ ۶۳۔۱۴۹، مطبوعہ مطبع عباسیہ، بیروت) (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم بحرانی جلد ۴ صفحہ ۳۶۴، مطبوعہ تہران، زیر خط نمبر ۹)

اس روایت میں نہ صرف یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضراتِ شیخین کو خلیفہ برحق کہا اور ان کی تعریف و توصیف کی بلکہ انہیں اس پوری اُمت میں سب سے افضل قرار دیا اور یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ خیرخواہ تھے۔ کہاں حضرت علی کے نظریات جو شیعہ کی کتب معتمدہ، معتبرہ اور متداولہ سے ثابت ہیں۔ اور کہاں اہل تشیع کا ان حضرات پر سبّ وشتم اور ان کو غاصب و ظالم قرار دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا دور دور تک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔

(۶) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت، حقانیت اور صداقت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان شیعہ کی مستند کتاب ''تلخیص الشافی'' کا ملاحظہ فرمائیں:

ان فی الخبر المروی عن امیر المؤمنین علیه السلام کما قیل له الا توصی فقال ما اوصی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاوصی ولکن ان اراد اللّٰه بالناس خیرا استجمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (خلیفہ کے لیے) وصیت فرمائی تھی کہ میں وصیت کروں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ان کو ان میں سے

نبیھم علی خیرھم ۔
(تلخیص الشافی تالیف شیخ الطائفہ ابی جعفر الطوسی جلد۲ صفحہ۲۲۷' دلیل آخر علیٰ امامتہ علیہ السلام مطبوعہ قم)۔

بہترین شخص پر جمع فرمادیگا جیسا کہ اس نے نبی مکرم ﷺ کے بعد انہیں بہترین حضرات پر جمع فرمادیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی مکرم ﷺ نے خلافت کے متعلق کوئی وصیت نہیں فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بایں معنی وصی قرار دینا' سراسر اہل تشیع کا کذب' دجل اور فریب ہے' اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو خلافت کی وصیت فرمائی ہوتی تو آپ بہر صورت اپنا حق وصول فرماتے' اس لیے کہ آپ شیر خدا اور حیدر کرار تھے کسی سے ڈرنے والے نہیں تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام و خلیفہ منصوص من اللہ نہیں ہوتا بلکہ یہ اہل رائے اور اہل شوریٰ پر تفویض ہوتا ہے' وہ اپنی صواب دید سے جس کو خلیفہ نامزد کر دیں وہی اللہ جل مجدہٗ کی مرضی ہے جیسا کہ نہج البلاغہ کے اس فرمان ''انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار'' سے ثابت ہے۔

(۳) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس اُمت کے بہترین افراد اور خلفائے برحق ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کتب شیعہ سے ....
بزبان ائمہ اہل بیت مزید فضائل ومناقب

اہل تشیع نے اُمت میں افتراق وانتشار ڈالنے اور ملت کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان نفرت' بغض وعداوت اور کینہ وعناد پر مبنی روایات کا افتراء و بہتان کیا اور عامۃ

الناس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ العیاذ باللہ تعالیٰ صحابہ کرام نے اہل بیت پر ظلم وستم ڈھائے' ان کو جائز حقوق سے محروم رکھا اور ان کی قدر پامال کی' لیکن حقیقت میں یہ سب روایات سبائی سازش' جھوٹ کا پلندہ اور بہتانات پر مبنی ہیں' ان کا حقائق اور واقعیت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔ حقائق یہ ہیں کہ صحابہ کرام اور اہل بیت کرام کے درمیان کوئی منافرت' کوئی دوری' کوئی بغض و کینہ اور حسد و عناد نہ تھا بلکہ ان کے قلوب آپس میں ایک دوسرے کے لیے جذبۂ تکریم و تعظیم اور محبت و عقیدت سے مملو تھے۔ صحابہ کرام' برسرعام اہل بیت کا حق عظمت تسلیم کرتے اور اہل بیت برسرعام صحابہ کرام کی تعریف و توصیت کرتے تھے' جس پر بہت تفصیلی دلائل موجود ہیں۔ یہاں خوف طوالت سے چند روایات ائمہ اہل بیت کی مقدس زبان سے حضرت صدیق اور حضرت فاروق کے لیے ملاحظہ فرمائیں!

(۱) اہل تشیع کے معروف مصنف' سید نعمت اللہ الجزائری موسوی نے انوار نعمانیہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت کے دربار میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق علی الاعلان فرمایا:

هـمـا امـامـان عـادلان قـاسـطـان كانا على الحق فماتا عـلـيـه عـلـيـهـمـا رحمة الله يوم القيامة ۔(انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۹۹)	وہ دونوں (یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر) امام عادل و منصف تھے' وہ حق پر تھے' وہ اسی حق پر فوت ہوئے' ان دونوں پر قیامت کے دن تک اللہ عزوجل کی رحمت ہو۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برسر منبر علی الاعلان خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرات شیخین کی افضلیت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا:

الا ان خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر و عمر .	سنو! بے شک اس اُمت میں نبی مکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بعد سب سے بہتر حضرت

(شافی صفحہ۱۷۶، تلخیص صفحہ۴۳۰) ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔

(۳) اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ''شافی'' مصنفہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اور ''تلخیص شافی'' مصنفہ محقق طوسی میں یہ روایت موجود ہے:

روی عن جعفر بن محمد عن ابیه ان رجلا من قریش جاء الی امیر المؤمنین علیه السلام فقال سمعته یقول فی الخطبة آنفا اللّٰهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدین فمن هما قال: هما حبیبای وعماك ابوبکر و عمر اماما الهدیٰ وشیخا الاسلام ورجلا قریش والمقتدیٰ بهما بعد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اقتدی بهما عصم ومن اتبع آثارهما هدی الی صراط مستقیم۔

(شافی مع تلخیص جلد۲ صفحہ۴۲۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قریش کا جوان امیر المؤمنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت! میں نے آپ سے ابھی خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے میرے پروردگار! ہم پر اسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو مہربانی وکرم تُو نے خلفائے راشدین پر فرمایا ہے' تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ میرے حبیب و دوست اور تیرے چچا ہیں' ابوبکر وعمر' وہ دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں' جس نے ان کی پیروی کی وہ (جہنم سے) بچ گیا اور جس نے ان کی اقتداء کی اس نے صراطِ مستقیم کی ہدایت پالی۔

(۴) اہل تشیع کی ایک اور مستند کتاب ''کشف الغمہ'' کے حوالے سے امام محمد زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں! اگر شیعہ میں کچھ بھی ائمہ اہل بیت

کے فرامین کا پاس ولحاظ ہے تو امام محمد زین العابدین کے اس فرمان کو حرزِ جان و ایمان بناتے ہوئے سر تسلیم خم کریں اور حضراتِ صحابہ بالعموم شیخین کریمین بالخصوص کی گستاخی' اہانت' استخفاف و استحقار سے صدقِ دل سے توبہ کریں۔ وگرنہ اس فرمان کی روشنی میں انہیں یہ بصیرت اور یقین ہو جانا چاہیے کہ ان کے نظریات و معتقدات سراسر ائمہ اہل بیت کے نظریات و معتقدات سے متصادم اور مخالف ہیں اور ان کی مخالفت کا انجام باتفاق فریقین' خذلان وخسران اور ذلت وعذاب ہے۔

فرمان ملاحظہ فرمائیں:

قدم علیہ نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللّٰه عنهم فلما فرغوا من کلامهم قال لهم: الا تخبرونی انتم المهاجرون الاوّلون الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من اللّٰه ورضوانا ینصرون اللّٰه ورسوله واولئك هم الصادقون؟ قالوا: لا' قال: فانتم الذین تبوّوا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا' انہوں نے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی تنقیص شروع کر دی' جب خاموش ہوئے تو امام عالی مقام نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم مہاجرین اوّلین ہو' جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد و اعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے۔ عراقی کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں ہیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اپنے گھر بار اور ایمان کو ان مہاجرین کے آنے سے

ویؤثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصة؟ قالوا: لا! قال: اما انتم فقد تبرأ ثم ان تکونوا من احد ھذین الفریقین وانا اشھد انکم لستم من الذین قال اللّٰہ تعالٰی فیھم "والذین جآء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا" اخرجوا عنی فعل اللّٰہ بکم۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۹۹، مطبوعہ ایران)

پہلے تیار کیا ہوا تھا، ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد، بغض اور کینہ نہیں پاتے اور اگرچہ وہ خود بھی حاجت مند تھے مگر پھر بھی مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے؟ عراقیوں نے کہا کہ ہم وہ (انصار) بھی نہیں ہیں۔ امام عالی مقام سیّد الساجدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک سے ہونے کی برأت ظاہر کر چکے ہو اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں میں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالٰی ارشاد فرمایا ہے: ''اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین اوّلین اور انصار سابقین کے بعد آئیں گے، وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے ایمان کے ساتھ سبقت لے جا چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بغض، کینہ اور حسد یا عداوت نہ ڈال''۔ یہ فرما کر امام عالی مقام زین

العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس
سے نکل جاؤ' اللہ تمہیں ہلاک کرے۔

امام عالی مقام کی یہ ہلاکت اور تباہی کی دعا ہر اس شقی کو پہنچے گی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر تبرا اور سب وشتم کرتا ہے۔

(۵) کتاب ناسخ التواریخ جلد دوم' کتاب احوال امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۹۰ پر امام الساجدین کے فرزند ارجمند حضرت زید کا ارشادِ گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں:

طائفه از معارف کوفه بـزید بیعت کرده بودند در خدمتـش حـضور یافتـه گفتـنـد. رحـمـک الـلّـه در حـق ابـی بـکـر و عـمـر چـه میـگـونـی؟ فـرمـود دربارۀ ایشـان جـز بـخیـر سخن نـکـنـم واز اہل خود نیز در حـق ایشاں جز سخن خیر نشیـنـده ام وایں سخـنـاں منافی آں روایتے است که از عبـد الـلّـه مسطور افتاد بالجمله زید فرمود ایشاں بـر کسے ظلم و ستم نراند

کوفہ کے مشہور ترین لوگوں کے ایک گروہ نے حضرت زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہما سے بیعت کی ہوئی تھی' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ آپ پر رحمت کرے! آپ ابوبکر و عمر (رضوان اللہ علیہما) کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور اپنے خاندان سے بھی ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے میں نے کچھ نہیں سنا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر نے کسی پر بھی ظلم نہیں کیا اور اللہ عزوجل کی کتاب اور سنت رسول ﷺ پر کاربند رہے۔

ند وبکتاب خدا و
سنت رسول کار کردند.
(ناسخ التواریخ جلد۲ صفحہ ۵۹۰)

قارئین! یہ چند روایات کتب شیعہ سے ائمہ اہل بیت کے فرامین پر مشتمل ہیں۔ شیعہ لوگوں کو یقیناً اس پر ایمان لانا چاہیے اور جو ائمہ اہل بیت کے یہ صریح' واضح اور غیر مبہم فرامین پڑھ کر بھی اپنی ضد اور عناد پر قائم رہے تو اس کا انجام سوائے تباہی' ہلاکت اور جہنم کے عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ جل مجدہ عقل سلیم اور فہم و بصیرت کا نور عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

قارئین کرام! مدارِ ایمان' اساسِ دین اور بنیادِ اسلام' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے' چنانچہ حدیث صحیح میں ہے:

عن انس رضی اللّٰه عنه' قال: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین . (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان' باب: حب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الایمان' رقم الحدیث:۱۵' دارالکتاب العربی' بیروت) (صحیح مسلم' کتاب: الایمان' باب: وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رقم الحدیث:۴۴' دارالکتاب العربی' بیروت)

اور چونکہ اس اُمت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ

محکم ایمان والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں' اسی لیے حضور نبی مکرم ﷺ کی محبت میں بھی فائق تر ہیں۔ اس موضوع پر ضمناً اگرچہ بہت سی روایت گزر چکی ہیں۔ لیکن چند مزید ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللّٰه بن هشام رضی اللّٰه عنه' قال: کنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم' وهو آخذ بید عمر بن الخطاب' فقال له عمر: یا رسول اللّٰه' لانت احب الی من کل شیء الا من نفسی' فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: لا والذی نفسی بیده' حتی اکون احب الیك من نفسك . فقال له عمر: فانه الآن' واللّٰه لانت احب الی من نفسی' فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: الآن یا عمر .

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ فرماتے ہیں کہ ہم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' حضرت عمر نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں ماسوا اپنی جان کے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میری ذات تجھے اپنی جان سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پس بے شک اللہ عزوجل کی قسم! آپ اب مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں' تو نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب' اے عمر!

(صحیح بخاری' کتاب: الایمان والنذور' باب:۱' رقم الحدیث:۶۶۳۲' دارالکتاب العربی' بیروت)

(۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے سب سے زیادہ جانکاہ صدمہ اور مصیبت' حضور نبی مکرم ﷺ کا وصال تھا۔ وہ صحابہ جو دیدارِ محبوب کے بغیر تڑپ

اُٹھتے، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجر و فراق اور وصالِ اقدس پر اس قدر بے چین، مضطرب اور بے کل ہو گئے کہ دنیا انہیں اندھیر محسوس ہونے لگی اور ان کی زندگی کا سکون وچین ختم ہو گیا۔ یہی کیفیت حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال مبارک کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہو گئی۔ یہاں تک کہ شدتِ اضطراب میں آپ نے اپنی تلوار باہر نکال لی اور فرمایا: جس نے یہ کہا کہ حضور نبی مکرم ﷺ ہمیں داغِ مفارقت دے چکے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا، لیکن جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ اقدس کا سنا تو حضرت عمر شدتِ صدمہ سے زمین پر گر گئے۔ روایت ملاحظہ فرمائیں!

امام قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال کے وقت فرمایا:

لا اسمع احدا یقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الا ضربته بسیفی هذا ۔ (مواہب اللدنیہ جلد۳ صفحہ ۳۸۹)	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے تو میں اپنی اس تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے بعض صحابہ کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

وکان عمر رضی اللہ عنه ممن خبل ۔ (مواہب جلد۳ صفحہ ۳۹۱)	اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے تھے جن کی حالت حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال کے وقت بہت خراب ہو چکی تھی۔

اسی مواہب میں ہے:

وکان عمر اجزع الناس کلھم۔

کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ گھبرائے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس سے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا سنا تو آپ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجرہ میں روتے ہوئے داخل ہوئے اور حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شدتِ جزع وفزع میں کہنے لگے: ''واغشیاہ'' ہائے! مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جائے۔ (مواہب اللدنیہ جلد۳ صفحہ۳۸۹)

اور آپ نے روتے ہوئے یہ کلمات عرض کیے:

قال وھو یبکی: بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ، لقد کان لک جذع تخطب الناس علیہ، فلما کثروا اتخذت منبرا لتسھم، فمن الجذع لفراقک، حتی جعلت یدک علیہ فسکن، فامتک اولی بالحنین علیک حین فارقتھم، بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ، لقد بلغ من فضیلتک عند ربک ان جعل طاعتک طاعتہ، قال: من یطع

روتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! جب لوگ کثرتِ تعداد میں ہوئے اور آپ کے لیے منبر بنایا گیا تاکہ آپ اس پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں کو خطاب سنائیں تو حنین الجذع آپ کے فراق سے شدت کے ساتھ رویا، تو آپ کی اُمت کا زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ آپ کے فراق پر کھجور کے تنے سے بڑھ کر روئے۔ میرے ماں باپ یارسول اللہ آپ پر قربان ہوں! تحقیق آپ اپنے رب کے حضور اس منزلت و مقام پر فائز ہیں کہ اس نے آپ

الرسول فقد اطاع اللّٰه' بابی انت وامی یا رسول اللّٰه' لقد بلغ من فضیلتك عنده ان بعثك آخر الانبیاء وذكرك فی اولهم' فقال تعالیٰ: (واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح) (الاحزاب:۷)' بابی انت وامی یا رسول اللّٰه' لقد بلغ من فضیلتك عنده' ان اهل النار یودون ان یكونوا اطاعوك وهم فی اطباقها یعذبون' یقولون یالیتنا اطعنا اللّٰه واطعنا الرسول .

(مواہب اللدنیہ جلد۳ صفحہ۳۹۵' بیروت)

کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا اور فرمایا: ''جو رسول کی اطاعت کرے پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی'' میرے ماں باپ یارسول اللہ آپ پر قربان ہوں! تحقیق آپ' اپنے رب عزوجل کے حضور' اس منزلت اور فضیلت پر فائز ہیں کہ اس نے آپ کو بھیجا تو سب انبیاء کے آخر میں لیکن آپ کا ذکر سب انبیاء سے پہلے فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور جب ہم نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا اور اے محبوب! تم سے لیا اور نوح سے لیا''۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ اللہ کی بارگاہ میں اس مرتبت عالی پر فائز ہیں کہ جہنمی تمنا کریں گے کہ کاش وہ آپ کی اطاعت کرتے' اس حال میں کہ وہ جہنم کے طبقات میں عذاب دیئے جارہے ہوں گے اور وہ کہیں گے: کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

(۳) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی عورت اون کاتتے ہوئے ہجر و فراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

علٰی محمد صلاۃ الابرار صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کنت قواما بکا بالاسحار یا لیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار

''(حضرت) محمد ﷺ پر اللہ عزوجل کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسباب موت متعدد ہیں' کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب نصیب ہو سکے گا''۔

یہ اشعار سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے محبوب ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

طرق علیها الباب' فقالت: من هذا' فقال: عمر بن الخطاب' فقالت: مالی ولعمر فی هذه الساعة؟ فقال: افتحی' یرحمك الله فلا بأس علیك' ففتحت له' فدخل علیها' وقال: ردی الکلمات التی قلتیها آنفا' فردتها' فقال: ادخلینی معکما وقول وعمر فاغفر له یا غفار .

(کتاب الزہد للامام ابن مبارک جلد ا صفحہ ۳۶۳' الشفاء قاضی عیاض صفحہ ۲۵۱'

انہوں نے دروازے پر دستک دی' خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے فرمایا: عمر بن الخطاب' خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے! تُو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ اس نے دروازہ کھولا' آپ اندر داخل ہو گئے اور کہا: جو اشعار تُو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ! اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود ومبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لے اور یہ کہ ہم دونوں کو

رقم الحدیث:۴۲۱۷' بیروت)

آخرت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ نصیب ہو اور اے بہت بخشنے والے! عمر کو بھی بخش دے!

بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند دن تک صاحبِ فراش رہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی عیادت کے لیے آتے رہے۔

(۴) عن مصعب بن عمیر رضی اللّٰہ عنہ' قال: فرض عمر لامھات المؤمنین عشرۃ آلاف وزاد عائشۃ الفین وقال: انھا حبیبۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔ (المستدرک جلد۵ صفحہ۱۰' رقم الحدیث:۶۷۸۳' دارالمعرفۃ بیروت)
(ابن سعد جلد۸ صفحہ۶۷)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُمہات المؤمنین کے لیے دس ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وظیفہ میں دو ہزار درہم کا اضافہ فرمایا (یعنی بارہ ہزار درہم مقرر فرمایا اور وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حبیبہ ہیں۔

(۵) امام مسلم روایت کرتے ہیں:

قال عمر رضی اللّٰہ عنہ' واللّٰہ لئن امرنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بضرب عنقھا لاضربن عنقھا ۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے میری بیٹی حفصہ کے متعلق حکم دیں کہ میں اس کا سر قلم کردوں تو میں ضرور (تعمیل حکم میں) حفصہ کا سر قلم کردوں گا۔

(صحیح مسلم' کتاب: الطلاق' باب: فی الایلاء' رقم الحدیث:۳۶۹۱' دارالکتاب العربی' بیروت)

حضرت سیدنا عمر کی اہل بیت سے محبت

بات تشنہ رہ جائے گی اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت سے محبت، عقیدت اور مؤدت کو بیان نہ کیا جائے۔ چنانچہ چند روایات اس پر بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کے مقام کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من کنت مولاه فعلی مولاه اللّٰهم وآل من والاه وعاد من عاداه ۔

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا (محبوب) ہے، اے اللہ! اسے تُو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس سے تُو عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔

اس فرمان کو سننے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا:

هنیئا یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ۔ وفی روایة: فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه بخ بخ لك یا ابن ابی طالب، اصبحت وامسیت مولای ومولی کل مسلم ۔

اے ابن ابی طالب! مبارک ہو! آپ صبح و شام (یعنی ہمیشہ کے لیے) ہر مؤمن و مؤمنہ کے مولا و محبوب بن گئے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہو! اے ابن ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا و محبوب ٹھہرے۔

(مسند احمد جلد۴ صفحہ۲۸۱، رقم الحدیث:۱۸۵۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۶ صفحہ۳۷۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۱۸، تاریخ بغداد رقم الحدیث:۴۳۹۲، تاریخ دمشق الکبیر جلد۴۲ صفحہ۲۳۳، کنز العمال رقم الحدیث:

٣٦۴٢٠' البدایہ والنہایہ جلد۴ صفحہ١٦٩)

(٢) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دو دیہاتی لڑتے ہوئے آئے' آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ کیا فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان؟ تو یہ سن کر:

فوثب اليه عمر واخذ بتلبيبه وقال ويحك ما تدرى من هذا؟ هذا مولاك ومولى كل مؤمن من لم يكن مولاه فليس بمؤمن . (الصواعق المحرقہ صفحہ١٧٧)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا گریبان پکڑ کر فرمایا: کیا تُو جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مؤمن کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا نہیں ہیں وہ مؤمن نہیں۔

(٣) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کے متعلق یہ روایت بھی چشم بینا سے پڑھنے کے قابل ہے۔ جسے امام قرطبی نے ''التذکرہ'' میں نقل فرمایا:

روى عن عروة قال: وقع رجل فى على رضى الله عنه عند عمر بن الخطاب رضى الله عنه' فقال له عمر رضى الله عنه' مالك قبحك الله: لقد آذيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قبره .	عروہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تجھے کیا ہے؟ اللہ تجھے برباد کرے! بے شک تُو نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قبر میں اذیت پہنچائی ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وأمور الآخرۃ صفحہ٥٨' دار الکتاب العربی' بیروت)

سو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اذیت کو رسول اللہ ﷺ کی اذیت سمجھتے ہوں تو کیا خود ان سے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کریں یا ان کو اذیت پہنچائیں۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت علمی کا ان الفاظ میں اعتراف فرماتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

خطبنا عمر رضی اللہ عنہ' فقال اقضانا علی .	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ ہم میں بڑے قاضی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(استیعاب صفحہ ۴۷۵' حلیۃ الاولیاء جلد ا صفحہ ۶۵' الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲' الصواعق المحرقۃ صفحہ ۱۲۴)

(۵) نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لا یفتین احد فی المسجد وعلی حاضر .	کہ حضرت علی کی موجودگی میں کوئی شخص مسجد میں فتویٰ نہ دیا کرے۔

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' بہت سے معاملات اور مہمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے اور اسی مشورہ کو ترجیح دیتے ہوئے اس پر عمل کرتے۔ جس کی ایک مثال یہ روایت ہے:

حضرت ابوحزن فرماتے ہیں کہ ایک مجنونہ عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا' لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس عورت کو رجم کا ارادہ فرمالیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ چھ

ماہ بعد بھی بچہ ہو سکتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا۔ — اور بچہ کے حمل میں رہنے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔

اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس ہے۔ فرمایا:

"وفصٰلہ فی عامین"۔

لہٰذا ۲۴ ماہ دودھ چھڑانے اور چھ ماہ حمل میں رہنے کے پورے ہوئے' نیز مجنون مرفوع القلم ہے۔

فترک عمر رجمھا وقال لو لا علی لھلک عمر۔ — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا: اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۶' الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۴)

(۷) نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اعوذ باللّٰہ من ان اعیش فی قوم لست فیھم یا ابا حسن۔ (تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۴۴) — میں اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن آپ نہ ہوں۔

(۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدہ کائنات سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کس قدر محبت تھی' اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیں!

امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عن عمر رضی اللّٰہ عنہ' انہ دخل علی فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے فاطمہ! میں نے نہیں

وسلم فقال: یا فاطمة واللّٰه! ما رایت احدا احب الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منك' واللّٰه! ما کان احد من الناس بعد ابیك صلی اللّٰه علیه وسلم احب الی منك ۔

دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ سے بڑھ کر بھی کسی کے ساتھ محبت تھی اور اللہ عزوجل کی قسم! مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ آپ کے ساتھ محبت ہے۔

(المستدرک جلد۴صفحہ۱۳۹' باب: کان احب النساء الی النبی فاطمة' رقم الحدیث:۴۷۸۹' دارالمعرفۃ' بیروت)(مسند فاطمۃ للسیوطی رقم الحدیث:۱۸۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ساس تھی اور حضرت عمرؓ آپ کے داماد تھے اور حضرت عمر کا نکاح حضرت سیّدہ فاطمہ کی بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

حضرت عمر کا حضرت اُم کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہل بیت سے محبت' مؤدت اور نسبت کی ایک بین اور صریح دلیل یہ ہے کہ آپ کا نکاح حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی لختِ جگر حضرت اُم کلثوم کے ساتھ ہوا۔ اور یہ اک ایسی تاریخی حقیقت ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں تو اس کا ثبوت موجود ہی ہے' اس نکاح کا ثبوت اہل تشیع کی بھی معتبر کتابوں میں ہے۔ ایک بات کی حقانیت اور صداقت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اور مخالفین سب کی کتب سے ثابت ہو جائے۔

کتب اہل سنت سے اس نکاح کا ثبوت

دو عدد حوالے اہل سنت کی کتب کے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

قال ثعلبة بن ابی مالك ان عمر ابن الخطاب رضی الله عنه قسم مروطا بين نساء من نساء اهل المدينة فبقی منها مرط جيد فقال له بعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله التی عندك يريدون ام كلثوم بنت علی ۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اہل مدینہ کی چند خواتین میں چادریں تقسیم کیں' آپ کے پاس ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس حاضر تھے' ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی اس بیٹی کو عطا فرما دیں جو آپ کے نکاح میں ہے اور لوگوں کی اس سے مراد حضرت علی کی بیٹی' حضرت اُم کلثوم تھیں۔

(صحیح بخاری' کتاب: المغازی' باب: ذکر اُم سلیط' رقم الحدیث: ۴۰۷۱)

(۲) امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ' سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جعفر بن محمد' عن ابيه ان اُم كلثوم بنت علی رضی الله عنهما توفيت هی وابنها زيد بن عمر بن الخطاب فی يوم فلم يدر ايهما مات قبل فلم ترثه ولم يرثها ۔ قال الامام الحاكم: هذا حديث اسناده صحيح وفيه فوائد منها ان اُم كلثوم ولدت لعمر ابنا ۔ (المستدرک جلد۵ صفحہ۴۹۳' کتاب: الفرائض' رقم الحدیث:

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ' اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور آپ کا بیٹا حضرت زید بن عمر بن الخطاب' ایک ہی دن فوت ہوئے۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں پہلے کون فوت ہوا' پس نہ حضرت اُم کلثوم' حضرت زید بن عمر کی وارث ہوئی اور نہ حضرت زید' حضرت اُم کلثوم کے وارث ہوئے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے

۸۰۷۵، دارالمعرفۃ بیروت)

اور اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔

کتب شیعہ سے اس نکاح کا ثبوت

اہل تشیع کی صحاح اربعہ میں سے اک صحیح ترین کتاب ''فروع کافی'' کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال: سالته عن المرأة المتوفی عنها زوجها اتعتد فی بیتها او حیث شاءت قال: ان علیا علیہ السلام لما توفی عمر اتی اُم کلثوم فانطلق بها الی بیته ۔ (فروع کافی جلد۲ صفحہ۲۱۱)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا: جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اپنے خاوند کے گھر عدت بیٹھے یا جہاں مناسب خیال کرے، وہاں بیٹھے؟ امام عالی مقام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے عدت بیٹھے کیونکہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام، اپنی بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لے گئے تھے۔

اہل تشیع کی مستند کتاب ''تہذیب الاحکام جلد۸ صفحہ۱۶۱'' پر یہ روایت موجود ہے جس کا ذکر مستدرک کے حوالہ سے ہوا۔ اس کی صرف عبارت ملاحظہ فرمالیں:

''عن جعفر، عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لا یدری ایهما هلك قبل فلم یورث احدهما من الآخر وصلی علیهما جمیعا''۔

اسی طرح شیخ عباس قمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے

لکھا:

اما ام کلثوم حکایت تزویج او باعمر در کتب مسطور است۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی' حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا' جن کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور یہ بات بہت سی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

(منتہی الامال' مصنفہ شیخ عباس قمی' جلد اوّل صفحہ ۲۱۷' باب دوم' فصل ششم' در ذکر اولاد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام)

قاضی نوراللہ شوستری' اہل تشیع کا چوٹی کا محقق اور مصنف ہے' اس نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا:

اگر نبی دختر بعثمان داد' ولی دختر خود را بعمر فرستاد۔

اگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لڑکی حضرت عثمان کو دی تو ولی (یعنی حضرت علی) نے اپنی دختر حضرت عمر سے بیاہی۔

(مجالس المؤمنین مصنفہ نوراللہ شوستری جلد اوّل صفحہ ۲۰۴' مطبوعہ تہران)

اس مجالس المؤمنین کی یہ روایت بھی قابل ذکر ہے:

دیگر پرسید که چرا آنحضرت دختر خود را بعمر بن الخطاب داد۔ گفت بواسطه آنکه اظهار شهادتین می نمود۔ بزبان و اقرار بفضل حضرت امیر میکرد۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے معتمد شیعہ میں سے "علی بن اسماعیل" سے پوچھا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی دختر کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ دو شہادتوں کے اظہار کی وجہ سے ایسا کیا' ایک یہ کہ زبان سے کلمہٗ شہادت بھی ادا کرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ

وجہہ الکریم کی فضیلت کا اقرار بھی کرتے تھے۔

(مجالس المؤمنین جلد ا صفحہ ۴۵۱' ذکر مناظرہ علی بن اسماعیل' مطبوعہ تہران) (مناقب ابن شہر آشوب صفحہ ۲۷۵' مطبوعہ بیروت)

ایک حوالہ اہل تشیع کی کتاب ''الشافی'' کا بھی ملاحظہ فرمالیں:

وردت بان عمر بن الخطاب خطبها الیٰ امیر المؤمنین فدافعه وماطله فاستدعیٰ عمر بن العباس فقال مالی ابی باس؟ فقال ما حملك علیٰ هذا الكلام فقال خطبت الی ابن اخیك فمنعنی فقال العباس اد امرها الی ففعل فزوجه العباس اياها .

(کتاب الشافی بمع تلخیص الشافی صفحہ ۱۶' مطبوعہ ایران)

روایت ہے کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے رشتہ مانگا تو انہوں نے ٹال دیا' پھر حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ میں نے آپ کے بھتیجے سے رشتہ طلب کیا' اس نے مجھے منع کر دیا' آخر کار حضرت عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے دے دیں تو انہوں نے اختیار دے دیا' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم کلثوم کا نکاح حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

اس نکاح پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خوشی' مسرت اور آپ کے تاثرات کیا تھے؟ اس کے متعلق ''ناسخ التواریخ'' کی یہ روایت دیدہ بینا سے پڑھنے کے قابل ہے:

فجاء عمر الیٰ مجلس المهاجرين فی الروضة وكان يجلس فيها المهاجرون

حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت اُم کلثوم کا رشتہ ملنے کے بعد ایک باغ میں گئے جس میں اوّلین مہاجرین بیٹھے تھے' انہیں فرمایا: مجھے

الاوّلون فقال رفؤنی قالوا بما ذا یا امیر المؤمنین قال: تزوجت ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کل سبب ونسب وصھر ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وصھری .

مبارک دو! انہوں نے کہا: کس چیز کی؟ فرمایا: میں نے اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے شادی کر لی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: بروزِ قیامت ہر سبب' ہر نسب اور سسرال منقطع ہو جائے گا' صرف میرا سبب' نسب اور سسرال باقی رہے گا۔

(ناسخ التواریخ مصنفہ مرزا تقی' جلد۲ صفحہ۲۹۶' شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید' باب: تزویج عمر بام کلثوم بنت علی جلد۳ صفحہ۱۲۴)

یعنی اس نکاح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کی مسلک میں منسلک ہونا تھا' تا کہ اللہ رب العزت نے انہیں جس طرح مرتبہ صحابیت سے سرفراز فرمایا ہے' اسی طرح حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت ہونے کا شرف بھی میسر آ جائے۔

اہل تشیع اس نکاح پر بڑے اضطراب واہتزاز اور پیچ وتاب کا اظہار کرتے ہیں' اس لیے کہ اگر وہ نکاح کو تسلیم نہیں کرتے تو مستند تاریخی حقائق کا انکار لازم آتا ہے۔ جیسا کہ پہلے واضح کیا کہ یہ نکاح ہر دو فریق کی کتب مستندہ معتمدہ معتبرہ متداولہ سے ثابت ہے' اور اگر وہ اس نکاح کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ان کے مذہب غیر مہذب کی بنیاد ہی منہدم ہوتی نظر آتی ہے' اس لیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تکفیر اور ان پر سب وشتم ان کے ایمان کے لوازمات میں سے ہے۔ خاص طور پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے

ساتھ تو انہیں حد درجہ عداوت و بغض ہے۔لہٰذا اہل تشیع کے ایک فریق نے تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا حالانکہ اس میں مسلم تاریخی حقائق کا انکار ہے اور فریق ثانی نے روایات کی حد تک تو تسلیم کر لیا لیکن اس میں اس قدر رکیک تاویلات کیں کہ جن کا فساد و بطلان ہر ذی شعور پر اظہر من الشمس ہے' جس میں سب سے وزنی تاویل یہ کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر اور دب گئے تھے' جس کی وجہ سے نکاح کیا کیونکہ حضرت عمر کے پاس قوت حاکمہ اور نافذہ تھی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سزا دے سکتے تھے۔

لیکن یہ تاویل سراسر لغو و باطل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص اور بے ادبی کو لازم ہے۔اس لیے کہ حضرت عمر' مذہب شیعہ کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور کافر کے ساتھ نکاح حرام ہے اور کافر کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے گا تو وہ سراسر حرام کا مرتکب ہوگا۔ایک عام مسلمان کی غیرت بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کافر سے کر کے اس کے ساتھ بدکاری کرواتا رہے' خواہ اسے اپنی جان پر ہی کیوں نہ کھیلنا پڑے۔تو ایسی بے غیرتی کا اتہام و الزام مولا علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟ جن کی شان یہ ہے کہ "لا فتی الا علی" "علی جیسا کوئی جواں مرد نہیں۔ اور حیدر کرار اور شیر خدا ہیں' جنہیں موت اس قدر پسند ہے جیسے دودھ پیتے بچے کو ماں کا دودھ پسند ہوتا ہے۔ (نہج البلاغہ) کیا وہ اپنی بیٹی کے متعلق ایسی بے غیرتی کو پسند کر سکتے ہیں؟ یقیناً یہ مولا علی رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا الزام اور بہتان ہے۔ آپ نے یہ نکاح اپنی رضامندی اور خوشی سے کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان بلکہ خلیفۂ عادل راشد سمجھ کر کیا۔

ایک آخری روایت شیعہ کی کتاب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہ سے محبت پر ہی ملاحظہ فرمائیں تاکہ علی وجہ البصیرۃ اور شرح

صدر سے معلوم ہو کہ فریقین کے مابین بغض ونفرت اور عداوت نہیں بلکہ باہمی محبت اور مؤدت اور ایک دوسرے کے لیے خلوص وایثار کا جذبہ تھا۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب ''مناقب آل ابی طالب'' میں ہے:

عن شهر بن حوشب قال لما دون عمر بن الخطاب الدواوين بدأ بالحسن والحسين عليهما السلام فملأ حجرهما من المال فقال ابن عمر تقدمهما علي ولي صحبته وهجرة دونها فقال عمر: اسكت لا ام لك ابوهما خير من ابيك وامهما خير من اُمك۔

(مناقب آل ابی طالب جلد۳ صفحہ۱۷۴ باب: فی انہ خیر الخلق بعد النبیؐ مطبوعہ علمیہ' قم' ایران)

شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے سب سے پہلے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیا۔ آپ نے ان کی جھولی بھر دی' جس پر آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اباجان! آپ نے ان دونوں کو مجھ پر مقدم کر دیا ہے حالانکہ میں صحابی بھی ہوں اور ہجرت بھی کی ہے اور ان دونوں میں طول صحبت اور مہاجرت ہی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: چپ کر! تیری ماں نہ رہے! ان دونوں کا باپ تیرے باپ سے بہتر ہے اور ان کی والدہ تمہاری ماں سے بہتر ہے۔

قارئین! اُمت میں تفرقہ' انتشار اور افتراق ڈالنے کے لیے اور اُمت مسلمہ کی وحدت کو منتشر اور باہمی اشتعال کے لیے وضع کردہ اور خود ساختہ اتہام و بہتان پر مبنی قصے تو بیان کیے جاتے ہیں' تاکہ آنے والی نسلوں کے اذہان میں یہ تصور نقش ہو جائے کہ صحابہ نے اہل بیت پر کتنے ظلم وستم کیے اور وہ پھر ان کے متعلق سوءِ ظن رکھیں اور ان پر تنقید کی جرأت کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت کی جو باہمی محبت و

عقیدت اور ادب واحترام پر مشتمل روایات ہیں' ان کو نظر انداز کیوں کیا جاتا ہے؟ انہیں طاق نسیان میں یا قصداً کتمان کر کے بیان کیوں نہیں کیا جاتا؟ صرف اور صرف اس مقصد کے لیے کہ اگر وہ بیان کیے جائیں تو اُمت مسلمہ کو منتشر کر کے کمزور نہیں کیا جاسکتا۔

جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ شیعہ فرقہ کے در پردہ یہود ونصاریٰ کا ہاتھ ہے جو اُمت مسلمہ کی وحدت کو کبھی نہیں دیکھ سکتے۔

اس روایت میں غور فرمائیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے سگے بیٹے پر حضرات حسنین کریمین کو ترجیح دے رہے ہیں' تو کیا یہ حضرت عمر کی حضراتِ حسنین کے ساتھ محبت ومودّت پر قوی دلیل اور برہان نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا یہ باب بھی سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ وہ ذات جن کو اللہ رب العزت نے پوری اسلامی دنیا کا خلیفہ اور حکمران بنایا' جن کا اقتدار اور اثر ونفوذ لاکھوں میل تک پھیلا ہوا تھا۔ جو اپنے لیے چاہتے ہر بادشاہ کی طرح دنیا کے سب سامان تعیش وتلذذ جمع کر لیتے' فلک بوس محلات' حشم و خدام' اعلیٰ ترین ملبوسات' مطعومات اور مرکوبات سب مہیا کر سکتے تھے۔ لیکن کیا یہ اس عمر فاروق کی عظمت' خداخوفی اور خداترسی پر دلیل نہیں کہ وہ مٹی کے کچے مکان میں سکونت اختیار کرتے ہیں' پیوند لگے ہوئے لباس پہنتے' دنیاوی آرائش و زیبائش اور لذیذ مطعومات پر سادہ طرز زندگی اور سادہ غذا کو ترجیح دیتے' وہ اس قدر متواضع اور منکسر المزاج تھے کہ اینٹ کو تکیہ بنا کر مسجد میں سو جاتے' اپنے ساتھ باڈی گارڈ اور پہرہ دار رکھنا پسند نہ کرتے' خود بھی شریعت پر سختی سے عمل کرتے اور لوگوں سے بھی کرواتے' دن کے معمولات اور مملکت کے انتظام وانصرام سے فراغت کے بعد رات کی خلوت وتنہائی

میں اپنے رب عزوجل کے حضور شدت سے گریہ و بکا اور آہ وزاری کرتے' ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرتے' لیکن اس کے باوجود اللہ رب العزت کی جلالت ذات سے اور اس کی خشیت وخوف سے لرزہ براندام رہتے اور اس کی بارگاہ کی حضوری' پیشی اور اس کے محاسبہ اور مواخذہ سے ہمہ وقت خائف رہتے۔ کیا آج تک چشم فلک نے اس قدر اعلیٰ سیرت و کردار کا حامل کوئی خلیفہ وحکمران دیکھا ہے۔ یہی تو وہ اوصاف تھے جن کی بناء پر مولا علی رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر شخصیت تمنا کرتی ہے کہ علی کا عمل بھی عمر جیسا ہو جائے (صحیح بخاری) اور اسی اعلیٰ کردار اور سیرت کو دیکھ کر مستشرقین بھی بول اُٹھے کہ اگر مسلمانوں میں ایک اور عمر جیسا مدبر' لیڈر' خلیفہ اور منتظم پیدا ہو جائے تو اسلام پوری دنیا میں پھیل جائے۔

چند روایات حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع اور خشیت الٰہی' خدا خوفی اور تقویٰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل' اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

(۱) ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رمی جمار کر رہے تھے اور انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی' اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ (کتاب الزہد لاحمد صفحہ ۱۵۱)

(۲) حسن بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر خلیفہ تھے' وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ (امام ابن جوزی نے چودہ پیوند کی روایت ذکر کی ہے) (کتاب الزہد لاحمد صفحہ ۱۵۴' صفوۃ الصفوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۷)

(۳) حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! اگر میں چاہوں تو سب سے زیادہ ملائم لباس پہنوں اور سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے اچھی زندگی گزاروں لیکن میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ان

کے کاموں پر ملامت کی اور فرمایا:

اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا ۔	تم اپنی عمدہ لذیذ چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور تم نے ان سے فائدہ اُٹھالیا۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۱۱۷ طبع جدید)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے۔ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

(صفوۃ الصفوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۹)

(۵) ثابت سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو آپ کو برتن میں شہد پیش کیا گیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس برتن کو اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: میں اس شہد کو پی لوں گا اس کی حلاوت تو گزر جائے گی لیکن اس کا حساب باقی رہے گا' آپ نے یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا' اس کے بعد آپ نے وہ شہد کسی آدمی کو دے دیا تو اس نے پی لیا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۶۳۲' رقم الحدیث: ۳۵۹۵۲)

(۶) امام محمد علیہ الرحمۃ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک سفر کا واقعہ نقل فرمایا جو دوسری کتابوں میں کچھ مختلف الفاظ اور بسط کے ساتھ مذکورہ ہے کہ جب بیت المقدس کے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ اے صحابیو! ہمارے اور آپ کے درمیان کافی عرصے سے جنگ ہو رہی ہے اور ہم نے اپنی کتب میں تمہارے خلیفہ دوم کی ایک صفت پڑھی ہے' اگر وہ صفت ان میں پائی جائے تو ہم بغیر لڑائی کے ہتھیار ڈال دیں گے' لیکن تم اپنے خلیفہ کو یہاں بلاؤ۔ ان صحابہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط بھیجا کہ تمہارے آنے کے بغیر بیت المقدس کا فیصلہ نہیں

ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیاری فرمائی اور اپنے آزاد شدہ غلام اسلم کو بھی ساتھ لیا اور ہر ایک کے پاس سواری تھی تو جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو آپ کا غلام اسلم کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے چلے گئے اور میں نے بھی اپنی گدڑی اُٹھا کر اپنے اونٹ کے کجاوے میں رکھ دی تو جب حضرت عمر فاروق تشریف لائے تو آپ قصداً میرے اونٹ پر چڑھ کر میری گدڑی پر بیٹھ گئے جس کی وجہ سے نمایاں طور پر نظر آنے لگا کہ گدڑی پر بیٹھنے والا غلام ہے اور دوسرا آقا ہے۔ تو جب بیت المقدس کے لوگ ملاقات کے لیے نکلے تو اسلم کو امیر المؤمنین سمجھ کر اس کی طرف جھکے' اسلم نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ میں امیر المؤمنین نہیں ہوں' امیر المؤمنین وہ ہیں۔ تو عام لوگوں نے آپس میں چہ میگوئیاں کرنا شروع کر دیں کہ اس امیر المؤمنین کی سواری کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا: یہ ایسے شہنشاہ کا انتظار کر رہے ہیں جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' لیکن ان کے صاحب عالم لوگ تھے جنہوں نے اپنی کتاب میں خلیفہ ثانی کی سادگی کا ذکر پڑھا ہوا تھا' وہ فوراً جھک گئے اور ہتھیار ڈال دیئے۔

(مؤطا امام محمد' کتاب: اللقطۃ' رقم الحدیث:۹۱۳)

(۷) ابن ملائکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا تو غلام نے آ کر کہا کہ عتبہ بن ابی فرقد ملاقات کے لیے آئے ہیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: عتبہ کس کام کے لیے آئے ہیں؟ ان کو بلاؤ! عتبہ آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل رکھا ہوا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آؤ! عتبہ کھانا کھاؤ! وہ کھانے لگا تو وہ سخت روٹی تھی جو اس کے حلق سے نہیں اُترتی تھی' انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ کے

ہاں میدے کی نرم روٹیاں نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تمام مسلمان اس قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عتبہ! کیا میں اچھی اور لذیذ چیزیں دنیا ہی میں خرچ کرلوں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد۳ صفحہ۴۴۲)

(۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان عمر رضی اللہ عنہ ازھدنا فی الدنیا ۔ (اسد الغابۃ جلد۳ صفحہ۴۴۲، دار المعرفہ، بیروت)

ہم میں سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور زاہد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

(۹) یحیٰی بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے منادی یہ نداء کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ! سوا ایک شخص کے، تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ نداء کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے۔ تو مجھے اُمید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۱۴۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا، انہوں نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میں پیدا نہ کیا جاتا، کاش! مجھے میری ماں نہ جنتی، کاش! میں کچھ نہ ہوتا، کاش! میں نسیا منسیا یعنی بھولا بسرا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ جلد۱ صفحہ۱۲۸)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی آواز پہنچتی تھی۔

(صحیح بخاری، حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث:۱۴۴)

(۱۲) عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

(کتاب الزہد لاحمد صفحہ ۱۵۰' صفوۃ الصفوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۸)

(۱۳) داؤد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہو گئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ عزوجل مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۴۷' صفوۃ الصفوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۸)

(۱۴) عبید اللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ پر پانی کی مشک لادے جا رہے تھے' لوگوں نے کہا: یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے نفس میں غرور پیدا ہو گیا تھا' پس میں اس کو اس طرح ذلیل کر رہا ہوں۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۲۹۸)

(۱۵) عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتا ہے' اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں (سیدنا محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت ابن عمر واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر نے کہا: میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی' جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو اُم المؤمنین کے پاس لے جانا' ان کو سلام عرض کرنا' پھر کہنا: عمر بن الخطاب آپ سے اجازت طلب کرتا ہے' اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان

میں دفن کر دینا۔ پھر فرمایا: میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنے وصال کے وقت راضی تھے' پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر حضرت عمر نے یہ نام لیے: حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم' اس وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہو! آپ کو معلوم ہے کہ آپ اسلام لانے میں مقدم ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ کو شہادت ملی' آپ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کاش کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے' مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ الحدیث

اللہ اللہ! یہ وہ عمر فاروق ہیں جنہوں نے روئے زمین پر ایسا عدل و انصاف نافذ کیا کہ چشم فلک نے ان کے بعد ایسا نظارہ نہیں دیکھا' جنہوں نے شریعت کو نافذ کیا' لاکھوں مربع میل تک اسلامی مملکت کا دائرہ پہنچا۔ روم و فارس جیسے ایوان ہائے کفر و باطل پر توحید و رسالت کا پرچم سربلند ہوا۔ دین کو استحکام' تمکنت اور تمکن ملا۔ اس قدر عظیم خدمت دینی کے باوجود للّٰہیت' اخلاص' تقویٰ' خدا خوفی اور خشیت الٰہی تو دیکھیں کہ عرض کرتے ہیں کہ کاش! عمر کا معاملہ برابر سرابر ہو جائے اور اللہ رب العزت عمر کی لغزشوں کو معاف فرما دے! اللہ رب العزت ان کے درجات کو مزید بلندی عطا فرمائے اور ہمارے حکمرانوں کو بھی فکر عمر نصیب فرمائے اور آپ کی سیرت اور اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! یارب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور چند عقائد اہل سنت

حضرت عمر اور علم ماکان وما یکون

عقیدہ علم ماکان اور مایکون کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزِ اوّل تا روزِ قیامت جملہ موجودات ومخلوقات کے احوال کا علم عطا فرمایا ہے۔ علماءِ اہل سنت اس عقیدہ کے مقر اور مثبت ہیں جبکہ علماءِ دیوبند بڑی شد و مد سے اس عقیدہ کا انکار کرتے ہیں' نہ صرف انکار بلکہ اس عقیدہ کے قائل کو کافر ومشرک کہتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ کفر وشرک کا فتویٰ صرف اہل سنت پر نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر لاگو ہوگا۔ آپ نے ہی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم وسیع کی اس بیکرانی کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

امام بخاری اور امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن طارق بن شهاب قال: سمعت عمر رضی الله عنه' يقول: قام فينا النبی صلی الله عليه وسلم مقاما' فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم' حفظ ذلك من حفظه' ونسيه من نسيه.	طارق بن شہاب سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہو جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہو جانے تک ہمیں سب کچھ بیان فرما دیا' جس نے اسے یاد رکھا' سو یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا سو بھول گیا۔

(صحیح بخاری' کتاب: بدء الخلق' رقم الحدیث:٣١٩٢' دار الکتاب العربی' بیروت) (مسند احمد جلد١٦' رقم الحدیث:١٨١٤٠' تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی جلد٣ صفحہ٤٨٦' رقم الحدیث:٣١٩٢)

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز

ہیں:

دل ذلك علی انه صلی اللّٰه علیه وسلم اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث' فشمل ذلك الاخبار عن المبدأ المعاش والمعاد وفی تیسر ایراد ذلك كله فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم ویقرب ذلك مع كون معجزاته لامریة لكثرتها انه صلی اللّٰه علیه وسلم اعطی جوامع الكلم ۔

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں تمام مخلوقات کی ابتداء سے فناء اور فناء سے دوبارہ اُٹھائے جانے تک تمام احوال کی خبر دی اور یہ خبریں مبدأ' معاش اور معاد کو شامل تھیں اور ایک ہی مجلس میں یہ سب کچھ بیان کرنا حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری' جلد ۷ صفحہ ۲۳۸' دار الکتاب العلمیہ' بیروت)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیه دلالة علی انه صلی اللّٰه علیه وسلم اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الی انتهائها' وفی ایراد ذلك

اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے انتہاء تک تمام احوال بیان فرما دیئے اور یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت عظیم معجزہ ہے کیونکہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ

کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ وکیف وقد اعطی جوامع الکلم مع ذلک۔ | والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۱ مکتبہ رشیدیہ)

(نوٹ: حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ما کان وما یکون پر تفصیلی دلائل کے لیے راقم کی کتاب ''عقائد اہل السنۃ'' مطالعہ فرمائیں)

سو وہ لوگ جو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کل کی بات اور دیوار کے پیچھے کے علم کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں' ان کے اس عقیدہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عقیدہ سے کیا مطابقت اور مناسبت ہے' اگر انہیں واقعتاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سچی محبت ہے تو انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور توسل بالصالحین

اعمالِ صالحہ کے ساتھ توسل کے جواز پر قریباً پوری اُمت کا اجماع ہے جبکہ انبیاء' اولیاء' صلحاء اور اصفیاء کی ذوات سے توسل پر اختلاف ہے۔ اہل سنت کے جلیل القدر علماء توسل بالصالحین کے استحسان و استحباب کے قائل ہیں' جبکہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین وہابیہ وغیرہم توسل بالصالحین کے عقیدہ کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ لیکن صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' جو موفق' ملہم' محدث اور مکلم کے درجہ پر فائز ہیں' آپ توسل بالصالحین کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام بخاری نقل کرتے ہیں:

عن انس رضی اللہ عنہ' ان | حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: کان اذا قحطوا استسقٰی بالعباس بن عبد المطلب، فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا فتسقینا، وانا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا، قال: فیسقون۔

ہیں کہ جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں، سو تو ہمیں بارش عطا فرما، پھر ان پر بارش نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری، کتاب: الاستسقاء، باب: سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم الحدیث: ۱۰۱۰، وفی کتاب: فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۷۱۰) (صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۴۲۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۶۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۴۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث: ۶۲۲۰)

علماءِ دیوبند کے حکیم الامت شیخ اشرف علی تھانوی نے لکھا:

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا، جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہے، قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا، نہ اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا، جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں، اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔ (نشر الطیب صفحہ ۳۰۲-۳۰۳، تاج کمپنی)

حضور نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے توسل کی بہت سی روایات ہیں جن میں سے ایک روایت جو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ قارئین کی

ضیافت علمی کے لیے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

امام حاکم، امام بیہقی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے (ظاہراً) خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں تجھ سے (حضرت) محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کس طرح پہچانا حالانکہ ابھی تک میں نے انہیں پیدا ہی نہیں فرمایا ہے؟ عرض کی: اے میرے رب (عزوجل)! جب تُو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی، میں نے سر اُٹھایا تو عرش کے ہر ستون پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اس کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تُو نے سچ کہا ہے، مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہی ہیں چونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف فرما دیا اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ کرتا۔

امام حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک جلد ۳ صفحہ ۵۱۷، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد ﷺ رقم الحدیث: ۴۲۸۶، دارالمعرفۃ بیروت) (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۸۹، المعجم الصغیر جلد ۲ صفحہ ۸۳، الوفاء صفحہ ۳۳، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶)

اس حدیث کو علامہ ابن تیمیہ نے بھی مجموع الفتاویٰ میں نقل کیا، ملاحظہ ہو: (مجموع الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰) توسل بالصالحین کے جواز، استحباب اور استحسان پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ بلکہ بقول تھانوی، صحابہ کا اجماع سکوتی معلوم ہو جانے کے باوجود

بھی اس عقیدہ کو ضلالت' بدعت بلکہ کفر و شرک سے تعبیر کرنے کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تصورِ بدعت

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایاکم ومحدثات الامور	نئے کام جاری کرنے سے بچتے رہنا
فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة ۔	کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابوداؤد' کتاب: السنۃ' باب: لزوم السنۃ' رقم الحدیث:۴۶۰۷' دارالسلام' ریاض) (سنن الترمذی' کتاب: العلم' باب: الاخذ بالسنۃ' رقم الحدیث:۲۶۷۶' دارالمعرفہ' بیروت) (سنن ابن ماجۃ' مقدمۃ' باب: اتباع السنۃ' رقم الحدیث:۴۲' دارالسلام' ریاض)

بعض لوگوں نے اس حدیث کو اپنے عموم و اطلاق پر رکھتے ہوئے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہر نیا کام جاری ہونے کو بدعت ضلالہ سیئہ محرمہ قرار دیا اور انہوں نے بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کو قبول نہ کیا' جبکہ جمہور اُمت کے نزدیک یہ حدیث عام اور مطلق نہیں بلکہ خاص اور مقید ہے اور یہاں ایک قید محذوف ہے "بدعة سيئة" یعنی حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اچھا کام جاری کرنے پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوگی بلکہ بُرا کام جاری کرنے پر اس حدیث کا انطباق ہوگا' لہٰذا جمہور کے نزدیک بدعت' حسنہ اور سیئہ میں منقسم ہے' بلکہ بعض نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

چنانچہ علامہ نووی شافعی شارح مسلم متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

وقد ذكر الشيخ الامام ابو محمد بن عبد السلام رحمه الله فی کتابه "القواعد" ان البدع علی خمسة اقسام:	اور تحقیق امام شیخ ابومحمد بن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "القواعد" میں بدعت کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت محرمہ (۳) بدعت مکروہہ

واجبة ومحرمة ومکروهة و مستحبة ومباحة ۔ (۴) بدعت مستحبہ (۵) بدعت مباحہ۔

(الاذکار صفحہ ۲۰۴ ' دار الکتاب العربی' بیروت)

اور بدعت کی یہ تقسیم درج ذیل ائمہ اعلام نے بھی کی ہے:

فتح الباری از ابن حجر عسقلانی جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ ' احیاء العلوم از امام غزالی جلد ۲ صفحہ ۳ ' منہاج السنہ از علامہ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۴ ' شرح الموطا امام زرقانی جلد ۱ صفحہ ۲۳۸ ' جامع العلوم والحکم از امام ابن رجب حنبلی صفحہ ۱۶۰ ' فتاویٰ حدیثیہ از امام ابن حجر مکی صفحہ ۲۰۵ ' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری ' تلبیس ابلیس از علامہ ابن جوزی ' مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

جمہور کے دلائل کا یہاں احاطہ کرنا مقصود نہیں ' صرف ایک دلیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں ' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن ' خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ' ویصلی الرجل فیصل بصلاته الرهط فقال عمر انی اری لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة

حضرت عبدالرحمٰن بیان فرماتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ' ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا ' پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا گیا ' پھر میں ایک دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے

اخری والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم قال عمر نعم البدعة ھذہ۔ | پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب: الصوم، باب: فضل من قام رمضان) (موطا امام مالک، کتاب: الصلوٰۃ فی رمضان، باب: الترغیب فی الصلوٰۃ رمضان)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر بدعت سیۂ نہیں ہوتی بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے اور اس بدعت حسنہ پر پوری اُمت تاہنوز عرب و عجم میں عمل بھی کر رہی ہے۔ بدعت سیۂ کا مفہوم کیا ہے؟ علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

مما یخالف الکتب والسنة۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) | وہ نیا کام جو قرآن و سنت کے خلاف ہو یا جس کے کرنے سے کوئی سنت اُٹھ جائے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو عبدالرسول قرار دینا

لغت میں عبد کے دو معنی ہیں، ایک معنی ''عبادت گزار'' کا اور دوسرا معنی ''غلام'' کا ہے۔ چنانچہ فیروز اللغات میں ہے:

عبد: بندہ۔ غلام۔

عبد بمعنی عبادت گزار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات کے ساتھ مختص ہے اس لیے کہ وہی معبودِ برحق اور مستحق عبادت ہے، بایں معنی عبد کی اضافت کسی مخلوق کی طرف نہیں ہو سکتی ہے۔ جبکہ عبد بمعنی غلام ہو تو اس کی اضافت مخلوق کی طرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے، یہاں سب دلائل کا احیاء مقصود نہیں صرف ایک دلیل حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا:

انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کنت عبدہ و خادمہ۔	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عبد یعنی غلام اور خادم تھا۔

(المستدرک للامام الحاکم)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ عبدالرسول یا عبدالنبی نام کو شرک قرار دینا صراحۃً و بداہۃً غلط ہے اور وہابیہ کا یہ فتویٰ شرک حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر لاگو ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

اختتامی کلمات

اللہ جل مجدہ کے فضل و کرم اور الطاف و عنایات سے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے آج مؤرخہ ۹ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار یہ کتاب مستطاب بعنوان ''محدث خیر امم'' پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اور یقیناً ''یابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ ولکلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم '' کے تحت یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے مبرا ہے اور نہ ہی مجھے کچھ اخلاص وللّٰہیت کا دعویٰ ہے' صرف اپنے مالک جل مجدہ سے عاجزانہ دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس کتاب کی غلطیوں کو اور بشری تقاضے سے ہونے والی خطاؤں کو محض اپنے وسعتِ کرم و فضل سے معاف فرمائے اور میری اس کاوش کو دارین میں قبولیت عطا فرما کر موافقین کے لیے موجب ثبات اور باعث استقامت بنائے اور مخالفین کے لیے ذریعہ رُشد و ہدایت بنائے اور میری یہ تحریر بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی درجۂ قبولیت پر فائز ہو اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس حقیر ترین اور ادنیٰ ترین اُمتی کی اس محنت اور اپنے محبوب صحابی حضرت عمر کے دفاع اور ان کی تعریف و توصیف کے تصدق و توسل میں اس ناکارہ کو اپنی شفاعت اور نگاہِ لطف و کرم کا فیض دنیا

وآخرت میں عطا فرمائیں اور بار بار اس گدا اور فقیر کو اپنے دربار عرش نشان میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

اس کتاب میں جو نقص فکر یا عبارت کی غلطی ہے وہ صرف اور صرف اس عاجز کا قصور فہم ہے، اللہ جل مجدہ اور اس کا رسول مکرم ﷺ اس سے بَری اور منزہ ہیں اور اس کتاب میں جو حسن، جمال اور کمال ہے وہ صرف اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کا عطا فرمودہ ہے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔





محدّثِ خیرِ اُمم
(فضائل سیدنا عمر فاروق)



فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور